Respected Urdu Lover,

Greetings and Welcome,

Our mission is to upload 1,001 Free Urdu Novels by 2010. You can help us by

(1) Composing some pages of the upcoming Novels

(2) Emailing this Novel to your 50 friends.

For more details please visit now: **www.1001Fun.com**

:: Our Special Thanks to ::

www.OneUrdu.com
www.PakStudy.com
www.UrduArticles.com
www.UrduCL.com
www.NayabSoftware.com

اردو پسندوں کو آداب اور خوش آمدید

ہمارا مشن دو ہزار دس **(2010)** تک ایک ہزار ایک **(1,001)** مفت اردو ناول آن لائن کرنے کا ہے۔ آپ اردو سے محبت کے اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ ﴿1﴾ آئندہ ناول کے چند صفحات کی کمپوزنگ کر کے ﴿2﴾ یہ ناول اپنے پچاس **(50)** دوستوں کو ای میل کر کے۔ ﴿2﴾ مزید تفصیلات کے لیے ابھی وزٹ کیجیے۔

wwww.1001Fun.com

چار لکیریں

از

ابن صفی

ناول کا آغاز

اس وقت کیپٹن فیاض کی کھوپڑی ہوا میں اڑ گئی تھی۔ جب اس نے عمران کے ساتھ شہر کی ایک طوائف دیکھی۔ طوائف کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ ایک بار وہ منشیات کی تجارت کرنے والے ایک گروہ کے ساتھ پکڑی گئی تھی اور خود فیاض ہی نے اس کا بیان قلم بند کیا تھا۔

اب فیاض کو اپنی غلطی کا احساس ہوا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ دعوت نامے پر مسٹر اور مسز عمران لکھ کر اس نے ایک بہت بڑی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ لکھا تھا یونہی مذاقاً اور اس خیال کے تحت کہ عمران اگر زیادہ موڈ میں ہوا تو روشی کو بھی ساتھ لیتا آئے گا۔ جس کی خوش مزاجی فیاض کو بے حد پسند تھی۔

دعوت نامے فیاض کی نگرانی میں بھجوائے گئے تھے اور عمران کے دعوت نامے پر اس کا نام اور پتہ فیاض ہی نے تحریر کیا تھا۔ یہ دعوت عمران اور فیاض کے مشترکہ دوست خان دلاور کی طرف سے دی گئی تھی۔ خان دلاور شہر کے بڑے سرمایہ داروں میں سے تھا اور زمانہ حصول علم کے چند سال اس نے عمران کے ساتھ انگلینڈ میں گزارے تھے اور اس کی باغ و بہار طبیعت کا بے حد مداح تھا۔

ہر سال وہ دسمبر کا مہینہ اپنی دیہی کوٹھی میں گزارتا تھا۔۔۔۔ تنہا نہیں بلکہ بے فکروں کی ایک بہت بڑی بھیڑ کے ساتھ۔۔۔۔۔ درجنوں دوست مدعو کئے جاتے جن کا قیام ایک مہینے تک اسی کوٹھی میں رہتا۔ مختلف اقسام کی تفریحات ہوتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دن کا زیادہ حصہ سیر و سیاحت میں گزرتا۔۔۔۔۔۔ اور راتیں رانگ ورنگ کے لیے مخصوص ہوتیں۔ شراب پانی کی طرح اٹھتی۔ شہر کا سب سے مشہور آرکسٹرا ایک ماہ کے لیے انگیج کیا جاتا۔۔۔۔ بہرحال سارا دسمبر کوکوٹھی کے اندر کا اکھاڑا بنی رہتی۔

خان دلاور تھا تو کنوارہ ہی مگر زندہ دل آدمی تھا۔ خود بیوی نہیں رکھتا تھا۔ مگر دوستوں اور ان کی بیویوں پر بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ اس بار جب وہ کوٹھی کے سالانہ جشن کے سلسلے میں دعوت نامے بھجوانے لگا تو فیاض نے عمران کا نام بھی لیا۔

ارے۔۔۔۔ یار وہ تو آتا ہی کب ہے، اس سے پہلے بھی کئی بار اسے مدعو کر چکا ہوں؟۔

خان دلاور نے جواب دیا تھا۔

میرا خیال ہے کہ آج کل اسے فرصت ہے۔

اچھا تو پھر بھیجو۔ مجھے تو اتنا پسند ہے کہ ہر وقت ساتھ رکھنے کو جی چاہتا ہے۔ آہا بڑا لطف آئے گا۔ اگر آ جائے۔۔۔۔ خواتین کے لیے کھلونا بن کر رہ جائے گا۔۔۔۔۔ ہا ہا۔۔۔۔۔۔۔ کیا آدمی ہے۔۔۔۔۔۔۔ ارے یار۔۔۔۔۔ فیاض۔۔۔۔ لندن میں اکثر بڑی خوبصورت لڑکیاں اسے گھر چھوڑنے آیا کرتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔ ہم دونوں ایک ہی فلیٹ میں بہت دنوں تک رہے ہیں۔ ایک بار کا لطیفہ سنو، ایک بار اسے ایک بہت ہی بھولی بھالی لڑکی گھر پہنچانے آئی تھی کہنے لگی کہ یہ راستہ بھول گئے تھے۔ ایک جگہ کھڑے بچوں کی طرح

رو رہے تھے۔ بمشکل تمام انہیں اپنا پتہ یاد آیا تھا لیکن پھر بھی شبہ تھا کہ ہوسکتا ہے پتا انہیں غلط یاد آیا ہو۔ میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ لڑکی اس سے اتنی متاثر ہوئی تھی کہ اکثر اس کی خیریت پوچھنے گھر جاتی رہتی تھی۔۔۔۔ اسے خود عورتوں میں دلچسپی تھی نہیں۔۔۔۔ یاروں کے مزے تھے۔۔۔۔ کیا آدمی ہے۔۔۔۔

فیاض نے عمران کے لیے بھی دعوت نامہ بھجوادیا اور لفافے پر تفریحاً مسٹر اینڈ مسز علی عمران لکھوادیا۔ اور اب اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

عمران اس طوائف کے بازو میں ہاتھ ڈالے کھڑا گاڑی سے اپنا سامان اتار رہا تھا۔ خان دلاور نے اس کا استقبال کیا۔

ہیلو۔۔۔۔ عمران پرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ بہت بدل گئے ہو یار۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ ان سے ملو۔۔۔۔ مسز عمران۔۔۔۔ اور ڈارلنگ۔۔۔۔ یہ ہیں دان خلاور۔۔۔۔ میرے بہت ہی پرانے دوست۔

خان دلاور نے طوائف سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ تو عاجز ہوں گی اس سے۔۔۔۔ اب دیکھئے اس نے میرا نام ہی الٹ دیا۔ میں خان دلاور ہوں۔

ہو ہو، سوپر فیاض۔ عمران دانت پر دانت جما کر چیخا۔ تم بھی ہو۔۔۔۔ بیگم سے ملو۔۔۔۔ ڈارلنگ یہ ہیں سوپر فیاض۔

طوائف نے اس کی طرف بھی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا

کیونکہ وہ بھی فیاض کو جانتی تھی۔ فیاض کو بھی طوعاً وکرہاً خون کے گھونٹ پی کر اس سے مصافحہ کرنا ہی پڑا۔

مگر یار۔۔۔۔ بڑے بے مروت ہو۔ خان دلاور نے کہا۔ چپکے چپکے شادی کرلی، کم از کم اطلاع تو دیتے مدعو نہ کرتے کوئی بات نہ تھی۔

کیا بتاو ڈیئر، یہ شادی بہت جلدی میں ہوئی ہے۔ شادی سے دو گھنٹے پہلے بھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ شادی ہوجائے گی۔ سوپر فیاض جانتے ہیں۔

خیر۔۔۔۔ چلو۔۔۔ تم ہمیشہ کے بہانے ساز ہو، اچھی طرح نپٹوں گا تم سے۔

مدعوئین کے لیے پہلے ہی سے کمرے درست کردیئے گئے تھے۔ شادی شدہ جوڑوں کے لیے کمرے مخصوص تھے۔

تھوڑی دیر بعد فیاض نے عمرنا کو بلیئرڈ روم میں تنہا جا پکڑا۔ اسے اس طوائف کی وجہ سے پریشانی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ نہ جانے کتنوں کی پگڑیاں اچھلیں گی اس سلسلے میں۔۔۔۔۔۔۔

اسے تم کیوں لائے ہو؟۔ فیاض نے اس کا بازو جھنجھوڑ کر کہا۔

عمرنا ہکا بکا رہ گیا۔ اس انداز میں بلا کی معصومیت تھی۔ کچھ دیر تک وہ کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ یار فیاض۔۔۔۔ اب تم مجھے خودکشی پر مجبور کروگے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سر پھوڑلوں۔ محض تمہاری وجہ سے کھڑے کھڑے شادی کرنی پڑی۔ نہ سہرا نہ

مقنع، نہ دولہا، نہ بارات، دل کے ارمان دل ہی میں رہے۔۔۔ اب تم کہہ رہے ہو، اسے کیوں لائے ہو۔

میں اسے جانتا ہوں۔ وہ ایک سڑی ہوئی طوائف ہے۔

اچھا جی۔ عمران نے آنکھیں نکالیں چند لمحے دانت پیستا رہا اور پھر بولا۔ اتنی جلدی میں کوہ قاف کی پری کہاں سے بیاہ لاتا۔۔۔ اب مجھے غصہ نہ دلاو۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ تمہارا دعوت نامہ ملتے ہی میں نے کوشش کی تھی کہ خان بہادر بلبل بخش کی صاحبزادی سے شادی ہو جائے مگر انہوں نے دھکے دلوا کر اپنی کمپاونڈ سے باہر نکلوا دیا۔ پھر میں کیا کرتا۔

بے حیائی لاد کر ڈیڈی کے پاس بھی گیا تھا۔ وہ میری خواہش سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ پھر شائد ان پر خوشی بھی ہوئی تھی۔ لیکن کھڑے گھاٹ وہ بھی میری شادی نہ کرا سکے۔ میں نے دعوت نامہ نکال کر دکھایا کہنے لگے غلطی سے مسٹر اینڈ مسز لکھ دیا گیا ہوگا۔ میں نے کہا کچھ ہو تنہا نہیں جاوں گا۔ پھر میں نے انہیں یاد دلایا کہ ایک بار ان کے ایک دوست نے انہیں ہرن کے شکار کے لیے دعوت نامہ بھیجا تھا۔ جس پر تحریر تھا۔

مسٹر رحمان مع بندوق۔

ان دونوں ان کی بندوق مرمت کے لیے گئی ہوئی تھی لیکن وہ خالی ہاتھ نہیں گئے تھے۔ انگلی کی بندوق مانگ لی تھی۔ پھر میں اکیلے کیسے جا سکتا ہوں اس پر وہ بہت خفا ہوئے اور مجھے بیوی اور بندوق کا فرق سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ میرے پلے کچھ بھی نہیں پڑا۔۔۔ اب تم ہی بتاو سوپر فیاض پھر میں کیا کرتا؟۔

فیاض دانت پیستا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کہے حماقت اسی سے سرزد ہوئی تھی۔

دیکھو، عمران اگر اس طوائف کی وجہ سے یہاں کوئی بے ہودگی پھیلی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ اس نے کہا۔

سوپر فیاض۔ بے ہودگی اسی صورت میں پھیل سکتی ہے۔ جب تم لوگوں کو بتاتے پھرو کہ وہ شہر کی ایک سڑی طوائف ہے۔

ہوسکتا ہے کچھ لوگ اسے جانتے بھی ہو؟۔

اس کی فکر نہ کرو۔ آج کل میں سماج سدھار کے لیے بھی کام کر رہا ہوں۔ اس وقت بات اس سے آگے نہیں بڑھی تھی۔

☆

عمران کمرے میں آیا۔ طوائف دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر اکڑوں بیٹھی ہوئی تھی۔ عمران کو دیکھتے ہی پھٹ پڑی۔

یہ آپ نے کہاں لا پھنسایا جناب؟۔

ارے۔۔۔۔تم کیسی باتیں کررہی ہو۔ کیا یہاں خوش نہیں ہو۔ اگر ہماری بیگم محترمہ ہمیں بتائے بغیر چپکے سے مرنہ گئی ہوتیں تو ہم تمہیں کیوں ساتھ لاتے۔۔۔۔۔تنہا تو نہیں آسکتے تھے کیونکہ دعوت نامہ تم دیکھ ہی چکی ہو، ایسی دعوتوں میں بیوی بہت ضروری ہوتی ہے اگر نہ ہو تو احباب کے چہروں پر پھٹکار برسنے لگتی ہے تمہیں آخر فکر کس بات کی ہے۔ کھاو پیئو عیش کرو۔۔۔۔اور ہاں۔۔۔۔یہاں نہایت نفیس قسم کی اسکاچ۔۔۔۔اور پرتگالی شراب پانی کی طرح بہے گی۔

طوائف اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی پھر بولی۔ کہاں ہے، مجھے ابھی تک تو نہیں ملی۔

ملے گے۔۔۔۔ملے گی۔

مگر یہاں جو پولیس آفیسر ہے۔ مجھے بہت گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس سے ڈر لگتا ہے۔

ارے وہ تو اپنا یار ہے۔ تم خواہ مخواہ مری جارہی ہو۔ اور دیکھو اٹھو اور کرسی پر بیٹھ جاو، اس طرح فرش پر اکڑوں بیٹھنے سے زکام ہو جاتا ہے۔

مجھے پہلے کبھی اکڑوں بیٹھنے سے زکام نہیں ہوا۔

نیچے قالین ہے نا، کشمیری قالین، آج کل سارا کشمیر برف سے ڈھکا ہوا ہوگا۔

ہٹیئے، آپ تو مذاح کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔اس نے بڑے پوہڑ انداز میں لچک کر کہا۔

اورعمران آنکھیں بند کر کے بڑ بڑایا۔ یا مرشد۔

جی۔

کچھ نہیں۔ عمران آنکھیں کھول کر بولا۔ ہمیں اپنی ریاست یاد آ گئی تھی۔

مگر نواب صاحب۔ یہاں کا سارا کارخانہ انگریزی معلوم ہوتا ہے۔ میں کیسے کیا کروں گی؟۔

س کی پرواہ مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اتنے میں دوپہر کے کھانے کا گانگ بجا۔۔۔۔اور عمران نے اس سے کہا۔ جلدی سے تیار ہو جاو۔ اب ہم دوپہر کا کھانا کھائیں گے۔

ڈائینگ ہال میں ستائیس آدمیوں کے لیے میزیں لگائی گئی تھیں۔ تیرہ عورتیں اور تیرہ مرد۔۔۔۔خان دلاور کا جوڑا یوں پورا ہوا تھا کہ اس کی ایک دوست لیڈی ڈاکٹر جبین بھی یہاں موجود تھی۔ اسکا پورا نام مہ جبین تھا۔ لیکن وہ صرف ڈاکٹر جبین کہلاتی تھی۔ عمر تیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔۔۔۔۔خاصی دلکش عورت تھی۔ کچھ تھوڑی بہت شاعری بھی لر لیتی تھی۔ اور اکثر بڑے فخریہ انداز میں کہا کرتی تھی کہ اسکا سلسلہ نوابین اودھ تک جا پہنچتا ہے۔

ستائیسواں اداس آدمی کیپٹن فیاض تھا۔۔۔۔لنڈورا۔۔۔۔۔۔۔بے جوڑ۔ اس کی بیوی پردے میں نہیں رہتی تھی لیکن اتنی آزاد خیال بھی نہیں تھی کہ اس قسم کی دعوتوں میں فیاض کے ساتھ حصہ لیتی۔۔۔۔ویسے فیاض خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایسے مواقع پر بھی اس کی چھاتی پر سوار رہا کرے۔

اتفاق سے ڈاکٹر جبیں اور عمران کو ایک ساتھ ہی جگہ ملی۔ طوائف بھی اسی میز پر تھی۔ لیکن کیپٹن فیاض شائید اس وقت عمران سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔

عمران نے بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ کھانے کے دوران میں طوائف سے بار بار غلطیاں سرزد ہوئیں ایک بار تو اس نے دانتوں میں پھنسا ہوا ریشہ فورک سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔

ڈاکٹر جبین کبھی متحیرانہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھتی اور کبھی طوائف کی طرف۔ عمران کے چہرے پر تو حماقت کے جلوے برس ہی رہے تھے۔

طوائف کو چمچے سے سوپ پینا گراں گزر رہا تھا اس لیے اس نے اسے خالی گلاس میں الٹ دیا۔

ہائیں۔۔۔۔۔یہ کیا؟۔ دفعتا عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔

گھر پر بھی تو میں ایسے ہی پیتی ہوں۔ طوائف منمنائی۔

گھر پر تو ہم بھی لوٹے کی ٹونٹی سے سوپ پیتے ہیں۔ عمران نے سمجھانے کے سے انداز میں کہا۔ مگر بیگم۔۔۔۔یہ دعوت ہے۔۔۔۔ہم گھر سے باہر ہے۔ خاندانی وقار کا خیال رکھو۔

جی بہت۔۔۔۔۔اچھا۔۔۔۔۔وہ سعادت مندانہ انداز میں منمنائی اور سوپ کو پھر پلیٹ میں انڈیل دیا۔ ڈاکٹر جبین کو ہنسی آ گئی۔ لیکن عمران بے تکلفانہ انداز میں نوالے چباتا رہا۔۔۔۔۔ طوائف کو شائید اسکی ہنسی گراں گزری تھی۔ لہذا وہ ہاتھ روک کر بیٹھ گئی۔

عمران نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی۔۔۔۔۔ ڈاکٹر جبین کے چہرے پر ندامت کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

دفعتا اس نے طوائف سے کہا۔ آپ نے ہاتھ کیوں روک لیے؟۔

جی۔۔۔۔بس کھا چکی۔۔۔۔۔ طوائف نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

کھاو کھاو۔۔۔۔۔۔عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔ اسی لیے ہم کہا کرتے تھے۔ بیگم کہ پردے کی بو بو بنی رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اب تم خود ہی دیکھو کہ تمہیں کیسی دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔

جی میں۔۔۔۔کھا چکی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔الاقسم۔

خیر خیر۔ عمرنا سر ہلا کر بولا۔ اب تم رات کا کھانا اپنے کمرے ہی میں کھاو گی۔

ارے ایسا بھی کیا؟۔ ڈاکٹر جبین بول پڑی۔

پھر بتائیے ہم کیا کریں۔۔۔۔۔۔۔؟ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

یہ اجنبیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتیں اگر زبردستی کھانا ہی پڑے تو بوکھلاہٹ میں پلیٹیں تک چبا سکتیں ہیں۔

جی۔۔۔۔۔۔۔واہ۔۔۔۔۔۔۔بڑے آئے کہیں کے۔ طوائف منمنائی۔

آپ زیادتی کر رہے ہیں جناب۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر جبین نے کہا۔ ایسا بھی کیا؟۔

* * *

رات کا جشن بڑا شاندار تھا۔ کوٹھی کا وسیع ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ خان دلاور نے اس دیہی کوٹھی پر لاکھوں خرچ کئے تھے۔ کوٹھی سے تقریبا چار فرلانگ کے فاصلے پر آئیل انجن سے بجلی فراہم کی جاتی تھی۔ جسے وہاں سے تاروں کے ذریعے کوٹھی تک لایا گیا تھا۔ اور کوٹھی میلوں دور سے جگمگاتی ہوئی نظر آئی تھی۔

بڑے ہال میں درجنوں برقی قمقمے روشنی بکھیر رہے تھے اور آرکسٹرا کی تیز آواز سے گویا چھت اڑی جارہی تھی۔

رقص کا اہتمام تھا۔ مگر ابھی تو شراب کی ٹرالیاں گردش کررہی تھیں۔

طوائف نے عمران نے پوچھا۔ تو پھر۔۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔ نواب صاحب میں بھی پیئوں نا۔۔۔۔۔۔ وہ ندیدی نظروں سے ٹرالیوں اور پینے والوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ضرور پیئو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ مگر اتنی زیادہ نہیں کہ ہمیں بھی مجرا شروع کرنا پڑے۔

اب دیکھئے، مجرے کا نام آپ ہی کی زبان سے نکلا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تو کتنی احتیاط برت رہی ہوں۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔

دوسری طرف خان دلاور کیپٹن فیاض سے کہہ رہا تھا۔ یار یہ عمران کی بیوی اپنی سمجھ میں

نہیں آئی۔ ڈاکٹر جبین کہہ رہی تھی کہ اس نے گلاس میں سوپ انڈیل لیا تھا؟۔

بھئی، میں کیا بتاؤں کچھ کہتے سنتے نہیں بن پڑتی۔

کیوں، کیا بات ہے؟۔ خان دلاور کا اشتیاق بڑھ گیا۔

بس کیا بتاؤں مجھ سے ایک حماقت ہوگئی تھی۔ میں نے دعوت نامے پر مسٹر اور مسز عمران لکھ دیا تھا۔

تو پھر کیا ہوا؟۔ خان دلاور کے لہجے میں حیرت تھی۔

بس کچھ نہ پوچھو، وہ مردود شہر سے ایک طوائف پکڑ لایا ہے۔

خان دلاور بے ساختہ ہنس پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن پھر یک بیک سنجیدگی سے بولا۔ حرکت مضحکہ خیز ضرور ہے لیکن اگر مہمانوں میں سے کسی نے اعتراض کر دیا تو بری بات ہوگی۔

ابھی تک کسی نے اعتراض نہیں کیا؟۔ فیاض نے پوچھا۔

نہیں، شاید کوئی اسے پہچانتا نہیں ہے۔ دلاور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر بتاؤ۔۔۔۔۔ اب کیا کریں؟۔

کچھ نہیں چلنے دو۔ خان دلاور مسکرایا۔ وہ کمبخت سب کی موجودگی میں بات بات پر اسے ٹوکتا بھی رہتا ہے۔

ڈاکٹر جبیں کہہ رہی تھی کہ شاید وہ اس سے پہلے پردے میں رہتی تھی۔ پہلی بار ایسی دعوت

میں شریک ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اسے اس طرح سب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا چاہئے ۔وہ تو یہ بھی کہہ رہی تھی کہ آپ نے کس گھامڑ آدمی کو بلا لیا ہے۔۔۔۔۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ ایسے اوٹ پٹانگ دوست رکھتے ہوں گے۔مگر میں نے ہنس کر ٹال دیا تھا ۔۔۔۔۔۔اس عمران میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہوئی، جیسا آج سے دس سال پہلے تھا ویسا ہی آج بھی ہے۔

اور نہ اب کسی تبدیلی کا امکان ہے۔فیاض نے کہا۔

اس سے زیادہ چالاک آدمی بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گزارا۔خان دلاور نے کہا۔

اچانک ڈاکٹر جبین ان کی میز پر آ گئی اور بیٹھتے ہی بولی۔بھئی خان صاحب یہ جوڑا مجھے دردسر میں مبتلا کر دے گا۔

کونسا جوڑا؟۔

وہی گھامڑ۔۔۔۔۔جوڑا۔۔۔۔۔۔۔۔

کیوں اب کیا۔۔۔۔۔ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟۔

وہ اسے پردے کی بو بو کہہ رہا تھا۔مگر اس نے پینے کے معاملے میں بہتیرے مردوں کی ناکیں اڑا دی ہیں۔عورتیں بیچاریاں کہاں ٹھہر سکیں گی۔

فیاض نے ایک طویل سانس لی۔لیکن خان دلاور نے ہنس کر پوچھا۔اس گھامڑ کا کیا

حال ہے؟۔

ارے۔۔۔۔۔۔وہ تو بڑے اللہ والوں کی باتیں کر رہا ہے۔محرم اور نامحرم کے قصے چھیڑ رکھے ہیں۔کہتا ہے کہ عورتوں کو کلائیاں اور ٹخنوں تک اپنا جسم ڈھکنا چاہئے۔اور پتہ نہیں کیا کیا بک رہا ہے۔ادھر بیگم ہیں کہ اسکاچ میں سوڈا ملانے کی زحمت گوارا نہیں فرماتیں۔

وہ نہیں پی رہا؟۔خان دلاور نے پوچھا۔

ارے وہ تو شراب کے نام پر کان پکڑتا ہے اور منہ پیٹتا ہے۔بڑے بڑے ولیوں اور رسولوں کے حوالے سے شراب خانہ خراب ثابت کرتا ہے۔میں نے تو کہا تھا چل کر بیگم صاحبہ کو سنبھالے۔۔۔۔کہنے لگا وہ فری تھنکر ہیں۔اس لیے ان کے معاملات میں دخل نہیں دیا جا سکتا۔

فیاض اور خان دلاور دونوں ہنس پڑے۔۔۔۔۔۔اور پھر فیاض نے کہا۔

ارے جناب یہ جوڑا تو آپ ہی لوگوں کی دلچسپی کے لیے پکڑوایا گیا ہے۔

آخر یہ لوگ ہیں کون؟۔

دوست ہیں بھئی۔خان دلاور نے کہا۔تم آخر بور کیوں ہو رہی ہو؟۔

بور نہیں ہوتی بلکہ غصہ آتا ہے۔کوئی تک بھی ہے آخر۔اسی جگہ بیگم صاحبہ بیٹھی بلانوشی فرما رہی ہیں اور اسی جگہ آپ اللہ میاں کے ریڈیو اسٹیشن سے پیغامات نشر فرما رہے ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بس کل ہی قیامت آ جائے گی۔ساری خواتین بے حد بور ہو رہی ہیں۔

ٹھہریئے، میں اس کی گوشمالی کئے دیتا ہوں۔ فیاض اٹھ گیا۔

عمران بڑے مزے سے چہک رہا تھا۔ روح کے سات رنگ ہیں۔ زمین کے سات طبق ہیں اور آسمان بھی سات ہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔ یہ سات کا عدد بڑا شاندار ہے۔۔۔۔۔ حالانکہ بیگم فری تھنکر ہیں لیکن سات عدد پردہ بھی ایمان رکھتی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ یا ساتھ گھونٹ ۔۔۔۔۔۔ یا سات پگ۔۔۔۔۔۔ یا سات بوتلیں۔۔۔۔۔۔۔۔

دوسات بیرل۔۔۔۔۔۔ فیاض اس کے سر پر پہنچ کر غرایا۔۔۔۔۔ عمران چونک کر مڑا اور قریب بیٹھنے والے ہنس پڑے۔

اوہ سوپر فیاض ۔۔۔۔۔۔ فائن ۔۔۔۔۔۔ ویری فائن ۔۔۔۔۔۔۔ آو ۔۔۔۔۔۔۔ آو۔۔۔۔۔۔۔ یہ لوگ حیات وکائینات سے متعلق میرا نظریہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

وہ پھر بتانا۔۔۔۔۔۔۔ ذرا میری بھی تو سن لو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ادھر آو۔۔۔۔۔۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

عمران کچھ ایسے بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھا کہ اگر قریب کوئی میز بھی ہوتی تو اس سے الجھ کر یقینی طور پر گرا ہوتا۔

فیاض اسے ایک گوشے میں لے جا کر بولا۔ یہ کیا بیہودگی پھیلا رکھی ہے تم نے؟۔

خدا سے ڈرو سوپر فیاض، میں تو انہیں سیدھی راہ پر چلنے کی ترغیب دے رہا تھا۔

دلاور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کوگراں گزر رہی ہیں یہ باتیں۔

گزرنے دو۔ سقراط کو لوگوں نے زہر پلایا تھا۔ کنفیوشس۔۔۔۔۔ کنفیوشس کے بچے۔

نہیں میں تمہارے باس کا بچہ ہوں۔ آخر تمہیں پریشانی کیوں ہے، سوپر فیاض۔ پھر تم نے مجھے تنہا بھی نہیں بلایا تھا۔ بیگم بھی ساتھ آئی ہیں۔ اور تم ان کے سامنے مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو۔ وہ کیا سوچیں گی کہ ان کے دوست کیسے نامعقول ہیں۔

اچھی بات ہے تب پھر یہ عورتیں ہی تمہیں راہ راست پر لائیں گی۔ تم انہیں بہت زیادہ بور کر رہے ہو۔

اب میں سمجھا کہ ڈاکٹر چمین ہمارے خلاف پروپیگنڈا کرتی پھر رہی ہے۔ دوپہر کو بھی اس نے ہمیں کھانے کی میز پر بور کیا تھا۔ بیگم فرما رہی تھیں کہ اگر اب وہ حرام کی جنی میری کسی بات پر ہنسی تو میں اس کا منہ نوچ لوں گا۔ نواب صاحب کی جورو اب کیا اتنا بھی نہیں کر سکتی؟۔

فیاض سناٹے میں آ گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر عمرنا کا شانہ سہلا کر بولا۔ دیکھو پیارے وہ بے تحاشہ پی رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نشے میں ہڑبونگ نہ مچائے۔

ارے نہیں۔ عمران نے اسے مطمئن کرنے کے سے انداز میں سر ہلا کر کہا۔ وہ تو فرما رہی تھیں کہ یہ کیسی اسکاچ وسکاچ ہے اس سے نشہ ہی نہیں ہوتا۔ یار سوپر فیاض، یہاں ٹھرا نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ بیگم دراصل اسی کی عادی ہیں۔

خدا کے لیے رحم کرو۔

آخر کیوں، تمہیں بیگم ہی کا پینا کیوں گراں گزر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہاں کئی خان بہادرنیاں اور کئی لیڈیاں بھی تو پی رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔ وہ شیری پورٹ اور نہ جانے کیا کیا اڑا رہی ہیں لیکن ہماری بیگم کے لیے ٹھرا بھی نہیں مہیا کیا جا سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ظلم ہے سوپر فیاض۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت بڑا ظلم۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ میں تو ابھی خان دلاور سے کہتا ہوں۔ اس بداخلاقی کو کسی طرح معاف نہیں کیا جاسکتا۔

اچھی بات ہے۔ فیاض غرایا۔ تم خود ہی بھگتو گے۔ میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہا ہوں۔

فیاض اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ عمران کچھ دیر بعد طوائف کی طرف پلٹ آیا جو گلاس ہاتھ میں لیے جھوم رہی تھی اور اب اس کے قریب ایک متنفس بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔

بیگم اب ختم بھی کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

ارے جی بھر کر پی لینے دو یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ انگلی نچا کر بولی۔

اچھی بات ہے، میں تو چلا۔۔۔۔۔۔ وہ تھانیدار صاحب ہتھکڑیاں لینے گئے ہیں۔

کیوں ہتھکڑیاں کیوں؟۔

اب تو یہ تم جانو۔۔۔۔۔۔۔ اس سے پہلے بھی تو کبھی تمہارے سلسلے میں پکڑ دھکڑ ہو چکی ہے۔

ارے توبہ۔۔۔۔ میرے مولا۔ تب تو چلو۔۔۔۔۔۔۔۔ اٹھو یہاں سے۔

عمران نے سہارا دے کر اسے اٹھایا۔۔۔۔۔۔۔۔ اور وہ اس کمرے کی طرف چل پڑے جہاں انکا قیام تھا وہ ہولے ہولے گنگنا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سونی پڑی ہیس جریا۔۔۔ ہوووو۔ بانکے سنوریا۔

پھر آہستہ آہستہ اس کی آواز بلند ہونے لگی۔ اور عمران بوکھلا کر بولا۔

اے کبڈی بائی۔۔ خدا کے لیے ذرا آہستہ گاو۔۔۔۔۔۔

مستوں پہ انگلیاں۔۔۔۔۔۔۔۔ نہ اٹھاو۔۔۔۔۔۔۔۔ بہار میں۔۔۔۔۔ اس نے آواز کچھ اور اونچی کر دی۔۔۔۔۔ لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے چیخیں سنیں۔

بچاو۔۔۔۔۔۔۔ بچاو۔

آواز ہال کی طرف سے ہی آئی تھی۔ عمران سمجھا شاید اسی طوائف کی طرح کوئی شریف آدمی بہک گیا ہے۔ لہذا وہ اس کی پرواہ کئے بغیر طوائف کے کمرے میں پہنچانے میں کامیاب ہوا۔

ڈھپالنگ۔۔۔۔۔۔۔ ڈھپالنگ۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران کی طرف بڑھی اس کی آنکھیں بند تھیں۔

ہائیں۔۔۔۔۔۔ کیا مطلب؟۔ عمران اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

دروازے پر رستہ روک کر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ نہیں جانے دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈھپالنگ۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں نہیں جانے دوں گی۔

عمران کمرے کے وسط میں کھڑا سر کجھا رہا تھا اور اس کے دیدے تیزی سے گردش کر رہے تھے۔

نائیں۔۔۔۔۔۔جانے۔۔۔۔۔۔۔دوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔گی۔۔۔۔۔۔۔وہ الفاظ کھینچ کر بولی۔

تم۔۔۔۔میرے۔۔۔۔۔۔۔گڈے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے ڈھپالنگ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ ڈھپالنگ کیا ہوتا ہے۔ کبڈی بائی۔۔۔۔۔۔؟۔ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

تو م ۔۔۔۔ بھی تو ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے ڈھپالنگ۔۔۔۔۔

ہائے۔۔۔۔عمران دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر کراہا، وہ ڈارلنگ ہے کبڈی بائی۔

کچھ بھی ہو ۔۔۔۔۔ نائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں ۔۔۔۔۔۔ نائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔جانے۔۔۔۔۔۔۔۔دوں گی، گڈے بالم۔

گڈے بالم۔۔۔۔عمران نے اس طرح سینے پر ہاتھ رکھ کر ہونٹ سکوڑے جیسے لوہے کا بہت بڑا گولا حلق سے نیچے اتار گیا ہو۔ دفعتا کوئی زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا اور کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔ عمران۔۔۔۔دروازہ کھولو۔۔۔۔۔جلدی کرو۔

کیا بات ہے۔۔۔۔۔۔۔سوپر۔۔۔۔؟ عمران نے کہا اور طوائف کی طرف دیکھنے لگا جواب بھی دروازے پر اس کا راستہ روکے کھڑی تھی۔ عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آگے بڑھ کر آہستہ سے بولا۔ وہی تھانیدار ہے۔

ارے میرے مولا۔۔۔۔۔ طوائف کا نشہ ہرن ہوتا معلوم ہونے لگا۔

جاو۔۔۔۔۔۔۔جلدی۔ عمران نے اشارے سے اسے بتایا کہ وہ مسہری کے نیچے گھس جائے۔ طوائف نے بغیر حیل وحجت اس کے مشورے پر عمل کیا۔۔۔۔۔۔۔۔اور مسہری کے نیچے اس طرے سر ڈال کر جا پڑی جیسے دم ہی نکل گیا ہو، عمران دروازہ کھول کر باہر آیا اور پھر اسے مقفل کر کے فیاض سے پوچھا۔ کیا بات ہے؟۔

چلو۔۔۔چلو۔ فیاض اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا بولا۔۔۔۔۔چنگیزی مر گیا۔

کون چنگیزی؟۔

عمران نے اپنی جگہ سے ہلے بغیر پوچھا۔

ارے وہ بھی مہمان تھا۔ ایک دولت مند آدمی لوہے کی کئی کانوں کا مالک۔

فیاض نے پھر اس کا ہاتھ کھینچا۔

اوہو کیسے مر گیا۔ اور میری کیا ضرورت ہے۔ کیا تمہیں کفن دفن کرنا نہیں آتا؟۔

عمران، مذاق کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھو۔ جلدی کرو اگر۔۔

دیکھو، سوپر۔۔۔۔۔۔۔ہوسکتا ہے کہ مجھے اچانک جائے واردات پر لیجا کر غلطی کر رہے

ہو۔ کیوں نہ مجھے یہیں بتا دو۔ صرف اتنا کہ ان حالات میں اور کہاں مرا ہے۔۔۔۔۔ تمہیں شائد علم نہ ہو کہ میں خان دلاور کی کسی دعوت نامے پر پہلی بار مدعو کیا گیا ہوں ویسے لندن میں ہمارے تعلقات بڑے شاندار تھے۔

خیر۔۔۔۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ فیاض مضطربانہ انداز میں بولا۔ وہ ہماری آنکھ کے سامنے ختم ہوا ہے اچانک۔ بچاو بچاو چیختا ہوا ہال میں داخل ہوا تھا پھر لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔ لیکن دوبارہ نہیں اٹھ سکا وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عمران کو یاد آیا کہ کمرے میں آتے وقت اس نے چیخیں سنی تھیں۔

کیا اسے گولی ماردی گئی ہے؟۔ اس نے پوچھا۔

نہیں۔

خنجر؟۔

یہ بھی نہیں، تمہیں کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نظر آئے گا اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس کی زبان سے صرف ایک ہی لفظ نکل رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔ چوتھی لکیر۔۔۔۔۔۔۔ چوتھی لکیر۔۔۔۔۔

ہاہا۔ عمران بے اعتباری سے ہنسا اور پھر بولا۔ ایک کاپی میرے لیے بھی خرید لینا۔

کیا مطلب؟۔

کسی جاسوسی ناول کا اشتہار ہو شاید۔

یقین کرو۔۔۔ میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ وہ تڑپ رہا تھا اور چوتھی لکیر کی گردان کر رہا تھا۔

پھر وہ اسی حالت میں وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

ہاں، پھر وہاں سے اٹھ نہیں سکا تھا۔

عمران نے غور کیا اب ہال سے آرکسٹرا کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پوری عمارت پر سکوت طاری تھا۔

وہ تنہا تھا۔

نہیں بیوی بھی ساتھ آئی تھی۔ وہ روتے روتے بے ہوش ہو گئی ہے۔

مرنے والا ہال میں موجود نہیں تھا۔

نہیں۔۔۔ ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے کمرے سے آیا ہو۔

اچھا سو پر فیاض تم ہال میں چلو۔۔۔ میں آ رہا ہوں بس میں تمہارے پیچھے لگا رہوں گا۔ تم سب کے سامنے اس مسلے پر مجھ سے گفتگو نہ کرنا ہاں ایک بات اور کیا یہاں سبھی تمہارے جانے پہچانے آدمی ہیں۔

نہیں کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔

خیر۔۔۔۔۔۔ جاو۔۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔

فیاض نے کمرے کا دروازہ کھول کر آہستہ سے کہا۔ اے۔۔۔ کبڈی بائی۔۔۔۔

اب چپ چاپ سو جاو۔۔۔۔ میں اس کے ساتھ تھانے جارہا ہوں۔

مگر کبڑی بائی شائد مسہری کے نیچے ہی سو گئی تھی۔ اس نے جنبش تک نہیں کی۔

عمران ہال کی طرف روانہ ہو گیا۔ دروازے ہی پر اسے مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ سنا دی۔ لوگ بہت ہی اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ اور ہال پہلے ہی کی طرح روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

عمران نے ایک طرف ایک آدمی کو فرش پر پڑے دیکھا۔ فیاض اس پر جھک ہوا تھا۔ قریب ہی خان دلاور اور ڈاکٹر جبین بھی موجود تھے۔

عمران تیزی سے ان کے قریب پہنچا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ یہ ۔۔۔۔۔۔۔۔یہ۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا خان دلاور؟۔

ارے۔۔۔۔ یار کیا بتاوں۔۔۔۔ اب میں بھی پاگل ہو جاوں گا۔

عمران فیاض کی طرف دیکھنے لگا۔ فیاض نے سر اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ چنگیزی صاحب کا انتقال ہو گیا۔

چچ۔۔۔۔۔ چچ۔۔۔۔۔۔ عمران نے افسوس ظاہر کیا۔ پھر بولا۔ کیا ابھی تار آیا ہے؟۔

یہی تو ہیں۔ فیاض نے لاش کی طرف اشارہ کیا۔

عمران اس طرح اچھل کر پیچھے ہٹا جیسے وہیں کہیں موت اس کی بھی تاک میں ہو۔

آپ وہاں جا کر بیٹھئے تو بہتر ہے۔ ڈاکٹر جبین نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ لیکن عمران

خوفزدہ نظروں سے چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

یہ چہرہ پر نشان کیسا ہے؟۔ دفعتا فیاض نے خان دلاور کو مخاطب کیا۔ مقصد شاید عمران کی توجہ اس کی طرف مبذول کرنا تھا۔

خان دلاور کے ساتھ ہی عمران بھی جھک پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بائیں گال پر چھوٹا سا سیاہ رنگ کا دھبہ تھا جلنے کا نشان ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حال ہی میں کسی چیز سے جل گیا ہو۔

کیا یہ نشان پہلے بھی تھا؟۔ فیاض نے خان دلاور سے پوچھا۔

پتہ نہیں۔ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ یہ سب کچھ تو مسز ارشاد ہی بتا سکیں گی۔ کیوں ڈاکٹر ابھی انہیں ہوش نہیں آیا۔

میں دیکھتی ہوں۔ ڈاکٹر جبین نے کہا اور عمران کو گھورتی ہوئی چلی گئی۔

کچھ دیر بعد اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ وہ بدستور بے ہوش ہے۔

تب تو پھر تم اس کے پاس ٹھہرو ڈاکٹر۔ فیاض نے کہا۔

ڈاکٹر جبین پھر وہاں سے چلی گئی۔ عمران نے فیاض کو مرنے والے کے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا اور فیاض نے خان دلاور کو مخاطب کر کے کہا۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ اس حال میں کہاں آئے تھے۔

ارے یار۔۔۔۔ شائد پندرہ یا بیس منٹ پہلے اسے یہیں دیکھا تھا۔ س کے بعد وہ چیختا ہوا نظر آیا۔ ہوسکتا ہے وہ کسی کام سے اپنے کمرے ہی میں گیا ہو۔

تب پھر تو دیکھنا ہی چاہئے۔ فیاض نے کہا۔

چلو۔۔۔۔۔۔۔۔

عمران بھی ان کے پیچھے چلتا رہا وہ کمرے میں آئے۔۔۔۔ کمرے میں کسی قسم کی بھی بے ترتیبی نہیں نظر آئی۔ مسہری پر شفاف بستر موجود تھا۔۔۔۔۔۔ دفعتاً عمران نے فرش سے ایک مڑا تڑا کاغذ اٹھایا۔ اور اسے پھیلانے لگا۔ دوسری طرف فیاض خان دلاور کو گھور رہا تھا۔ جس کی نظر سامنے والی دیوار پر تھی۔ جہاں تین مختلف رنگوں کی تین لکیر نظر آ رہی تھیں۔

وہ بڑبڑایا۔ میں انہیں اتنا بدسلیقہ تو نہیں سمجھ سکتا۔

کیوں؟ کیا بات ہے؟۔ فیاض نے پوچھا۔

کیا یہ بچوں کی سی حرکت نہیں ہے؟۔ اس نے دیوار کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا۔

میں نہیں سمجھا۔

یہ لکیریں یہاں کس نے بنائی ہیں؟۔ خان دلاور نے کہا۔

اب عمران بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ تین بڑی لکیریں سفید دیوار پر دور ہی سے دیکھی جا سکتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔ تینوں متوازی تھیں اور ان کا درمیانی فاصلہ بمشکل تمام ایک انچ رہا ہوگا۔ پہلی سبز تھی، دوسری سرخ اور تیسری سیاہ۔

عمران انہیں قریب سے دیکھنے لگا۔ فیاض کہہ رہا تھا۔ کیا یہ مسٹر یا مسز چنگیزی کی حرکت ہو سکتی ہے؟۔

خدا جانے۔ دلاور اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ یہاں تو بچے بھی نہیں ہیں۔

ہوسکتا ہے کسی ملازم نے؟۔

شامت آئی ہے کسی ملازم کی۔۔۔۔ کمال کرتے ہو یار۔۔۔۔۔۔۔ ملازم ہی اس عمارت کی صفائی کے ذمہ دار ہیں۔

فیاض کچھ سوچنے لگا پھر یک بیک چونک کر بولا۔ چنگیزی کیا چیخ رہا تھا؟۔

وہ بھی عجیب چیز تھی۔ دلاور نے گہری سانس لے کر کہا۔

میرا خیال ہے کہ اس کی زبان سے چوتھی لکیر کے علاوہ اور کوئی تیسرا لفظ نہیں نکلا تھا۔ وہ اسی کی تکرار کئے جا رہا تھا۔

مگر یہاں تو صرف تین ہی ہیں۔ عمران نے کہا جو اب داخلے کے دروازے کے قریب کھڑا ان لکریروں کو دیکھ رہا تھا۔

کیا مطلب؟۔ خان دلاور اس کی طرف مڑا۔

ایک بات کہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مطلب وطلب میں کچھ نہیں جانتا۔

یار کیا مصیبت ہے کوئی کچھ جانتا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ پھر میں پاگل کیوں نہ ہو جاؤں۔

صبر سے کام لو۔ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اگر تم تھکن محسوس کر رہے ہو تو جا کر آرام کرو۔ میں سب دیکھ لوں گا۔

بھئی مجھے تو چکر سے آ رہے ہیں۔

بس پھر تم جا کر آرام کرو۔

ہاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔۔۔۔۔ بالکل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

آرام کیا کروں گا ۔۔۔۔۔۔۔ چنگیزی کو وہاں سے اٹھواوں۔

ہرگز نہیں، میں نے ابھی ریلوے اسٹیشن سے ایک تار بھجوایا ہے۔ میرے محکمے سے ایکسپرٹ آئیں گے جب تک وہ جائزہ نہ لیں لاش جوں کی توں پڑی رہے گی۔

یہ اور بھی مصیبت ہے۔ کیسے آج ستارے گردش میں آئے ہیں۔

میں کہتا ہوں تم بالکل فکر نہ کرو۔ جاوٴ آرام کرو۔ بس اس کی تاکید کردو کہ نہ کوئی لاش کے قریب آئے اور نہ اسے ہاتھ لگائے ۔۔۔۔۔۔۔ مسز چنگیزی کے لیے بھی کسی دوسرے کمرے کا انتظام کردو اسے تو میں دیکھ ہی رہا ہوں۔

اچھی بات ہے۔ خان دلاور نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ جب قدموں کی آوازیں آنی بند ہوگئیں تو فیاض نے عمران سے کہا۔ اب کیا خیال ہے؟۔

جہاں تک اس کی موت کا تعلق ہے اس پر میں ابھی اظہار خیال نہیں کرسکتا اس کے لیے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار ہی بہتر ہوگا۔

کیا خیال ہے۔ یہاں سامان کی تلاشی لی جائے؟۔

میرا خیال ہے کہ ہم وقت برباد کریں گے۔ عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ میں ان لکیروں کو دیکھ رہا ہوں۔

کیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔ ان لکیروں میں ۔۔۔۔۔۔۔ ؟۔

چوتھی لکیر کہاں ہے سوپر فیاض؟۔

تم اب لکیر کے پیچھے پڑ جاوٴ گے ۔۔۔۔۔۔۔۔ فیاض نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

اس کی شروعات تو مرنے والے ہی نے کی تھی۔

تلاش کرو نا، میں ذرا اس کا سامان دیکھوں گا۔

اس سے بہتر یہ ہوگا سوپر فیاض کہ مسز چنگیزی سے دو باتیں کرلی جائیں۔

وہ ہوش میں کہاں ہے؟۔

کوشش تو ہونی ہی چاہئے کہ وہ ہوش میں آجائے کیونکہ وہ ہمیں بہتیری کام کی باتیں بتائے گی۔

تو پھر یہ کمرہ بند کردیا جائے؟۔

فی الحال میرا یہی مشورہ ہے۔

چلو ۔۔۔۔ اسے بھی دیکھ لیں۔

مگر اب میں سوچ رہا ہوں کہ خود مجھے بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

تمہیں کس نے روکا ہے؟۔

وہ ڈاکٹر سکنجبین تو پیچھے پڑ جاتی ہے۔۔۔ایک لفظ نکلا میری زبان سے اور وہ کاٹنے دوڑی ہے۔

خود ہی عقل آ جائے گی اسے۔۔۔تم خواہ مخواہ فکر کرتے ہو۔۔۔فیاض مسکرایا۔

ہاں ٹھہرو۔ مجھے یہاں مدعو کرنے کی تجویز کس نے پیش کی تھی؟۔عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

میں نے۔۔تم اس میں کسی سازش کے امکانات نہ تلاش کرو۔۔۔۔میں نے اسے یاد دلایا تھا کہ تم بھی اس کے دوستوں میں سے ہو۔

بہت بہت شکریہ سوپر فیاض۔عمران خوش ہو کر بولا۔

تو چل رہے ہو۔یہاں سے؟۔

چلو۔عمران کمرے سے نکل آیا۔

وہ کمرہ مقفل کر کے ہال میں آئے تو مسز چنگیزی کو ہوش آ چکا تھا لیکن ابھی حالت نہیں سنبھلی تھی اور کچھ لوگ اسے وہاں سے ہٹا کر غالباً کسی کمرے میں لے جا رہے تھے۔

ٹھہرو۔۔۔۔عمران نے فیاض کو روک کر کہا۔تم اس ڈاکٹر چھوچھو سے کئی طرح کی معلومات حاصل کر سکتے ہو۔کیونکہ اسے ہر ایک کو سونگھتے پھرنے کی عادت ہے۔

مثلاً۔۔۔؟

کیا یہاں کوئی عورت چنگیزی سے بہت زیادہ قریب رہی ہے یا اسے اس انداز میں ٹریٹ کرتی رہی ہے جیسے اس سے قریب ہونا چاہتی ہو۔

کیا قصہ ہے؟۔

کچھ نہیں،بس معلوم کرو اس سے۔

فیاض کچھ نہ بولا۔۔۔۔مسز چنگیزی ہال سے چلی گئی۔ڈاکٹر مہ جبین بھی اس کے ساتھ ہی گئی تھی۔فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ بھی اسی دروازے کی طرف بڑھ گیا جس سے گزر کر مسز چنگیزی ہال سے باہر گئی تھی۔

عمران ایک گوشے میں ٹھہر گیا۔مگر وہ لاش سے کافی فاصلہ پر تھا۔ہال میں کچھ لوگ اور بھی تھے جو دو دو تین تین ٹولیوں میں ادھر ادھر کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔

عمران کے قریب والے تین آدمیوں میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ وہ کل ہی سے کچھ پریشان سا نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا بھی تھا مگر اس نے نہیں بتایا۔۔۔۔پچھلی شام تم نے دیکھا ہوگا کہ اس کے گلے میں دور بین لٹک رہی تھی۔اور اس نے تاریکی پھیلنے تک اپنا سارا وقت چھت پر گزارا تھا۔میں بھی اس کے ساتھ تھا۔مسز چنگیزی نہیں تھی۔وہ دور بین لگائے چاروں طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے کسی چیز کی تلاش ہو۔اس نے ایک بار مجھے بھی دور بین دے کر کہا تھا۔۔۔۔ذرا دیکھنا اس درخت پر کچھ نظر آ رہا ہے۔۔۔میں نے دور بین لے کر دیکھا۔۔۔۔کچھ تو تھا درخت پر مگر صاف نہیں نظر آ رہا تھا۔۔۔پھر اچانک ایک گدھ اسی درخت سے اڑا تھا اور اس نے کہا تھا لاحول ولا قوۃ یہ تو گدھ

تھا۔۔۔۔ میں نے پوچھا کوئی خاص چیز کی تلاش ہے اس پر وہ چونک پڑا تھا۔۔۔۔ کیا بتاؤں کچھ عجیب تھا چونکنے کا انداز۔۔۔۔ بہر حال میرا خیال ہے کہ اس کے بعد وہ زبردستی مسکرایا تھا اور کہا تھا۔ نہیں تو۔۔۔۔ بس مجھے دوربین سے افق میں دیکھنے کا خبط ہے۔

آج بھی وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ دوسرا بولا۔

آج تو وہ بے حد خوش تھے آپ قطعی غلط کہہ رہے ہیں۔ عمران دخل دے بیٹھا۔ وہ سب یک بیک اس کی طرف مڑے اور ان کے منہ بگڑ گئے۔

آپ مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔ آپ چنگیزی کو کیا جانیں۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو یہاں پہلے پہل دیکھا ہے؟۔

لیکن۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟۔ عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ ہنستے ہوئے آدمی کو خوش کہیں گے اور بسورتے ہوئے آدمی کو مغموم۔ میں نے انہیں کئی بار ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔

کیوں وقت برباد کر رہے ہو۔ دوسرے آدمی نے اس سے کہا جو عمران سے بحث کرنے پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔

آپ کا کیا بگڑتا ہے جناب، آپ اپنا وقت سنبھالے رکھئے۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ میں آپ سے تو گفتگو نہیں کر رہا۔

آپ اپنی چونچ بند رکھیں تو بہتر ہے۔ اس آدمی نے آنکھیں نکال کر کہا۔

آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

جاو یار بور نہ کرو۔ تیسرا آدمی بولا جو ابھی تک خاموش رہا تھا۔

خدا غارت کرے۔ عمران دوسری طرف مڑتا ہوا بولا۔ یہ سبھی میری توہین کرنے پر تل گئے ہیں۔

وہ جانتا تھا کہ اب شائد ہی رات کے کھانے کا تذکرہ بھی آئے۔۔۔۔ اس لیے اس نے نہایت اطمینان سے باورچی خانے کا رخ کیا جہاں تک پہنچنے کے لیے پورچ سے تقریبا آدھے فرلانگ کا فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ باورچیوں نے اسے وہاں دیکھ کر ہاتھ روک لیے اور اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔ حادثے کی اطلاع انہیں مل چکی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی اپنے کام میں مصروف تھے۔ ویسے انہیں یقین ہو رہا ہوگا کہ اس وقت میز نہیں لگائی جائے گی بلکہ اکا دکا لوگ موقع پا کر باورچی خانے ہی کا رخ کرتے رہیں گے۔ بیرے نے ایک چھوٹی میز کھڑکی کے قریب کھسکا دی اور اس کے قریب کرسی رکھتا ہوا بولا۔ تشریف رکھئے جناب۔

عمران چپ چاپ بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ مغموم نظر آ رہا تھا۔ چہرے پر حماقت کے آثار اگر تھوڑے بہت تھے بھی تو ان پر غمزدگی کی تہیں چڑھ گئی تھیں۔

کیا حاضر کروں جناب؟۔ بیرے نے ادب سے پوچھا۔

اوہ۔۔۔۔ کچھ نہیں۔ صرف کافی اور چند سلائیس، اف فوہ۔ ایسے کسی خوفناک حادثے کے بعد بھوک کہاں لگتی ہے۔ غالبا تم لوگوں کو تو علم ہی ہو چکا ہوگا؟۔

جی ہاں۔ جناب۔ خدا ہمارے مالک کو محفوظ رکھے۔

اچھی خاصی محفل ویران ہوگئی۔

جی جناب۔

مسٹر چنگیزی بڑے اچھے آدمی تھے۔ غالباً پچھلے سال بھی وہ یہاں ضرور آئے ہوں گے؟۔

نہیں جناب میں نے اس سے پہلے انہیں یہاں کبھی نہیں دیکھا۔ بیرے نے کہا اور دوسروں کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے اپنے بیان کی تائید یا تردید چاہتا ہو۔

کوئی کچھ نہ بولا۔

عمران نے ایک طویل سانس لی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے چہرے کے مسامات میں گھسے جا رہے تھے۔

وہ بڑی دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا لیکن کوئی کام کی بات نہ معلوم ہو سکی۔ پھر وہ عمارت میں واپس آ گیا۔ یہاں کیپٹن فیاض اس کا منتظر تھا۔

اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس نے کہا۔

کیا تم اس سے گفتگو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے؟۔ عمران نے پوچھا۔

میں نے اس سے کافی دیر تک گفتگو کی ہے۔

آہا تو پھر حالت اچھی نہ ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟۔

اس کی آنکھیں بالکل خشک ہیں اور آواز میں غم کا شائبہ تک نہیں ہے۔ لہذا ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ذہنی حالت قابل اطمینان نہیں ہے؟۔

اور ڈاکٹر صاحب، میں گفتگو سننا چاہتا ہوں۔ اس کے دل پر کیا گزری ہے اس سے تمہیں کوئی سروکار نہ ہونا چاہیئے۔

اتنے حیوان نہ بنو۔

اب تم معلم الاخلاق بھی بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہ بہت بری بات ہے سوپر فیاض۔

فیاض نے بہت برا سا منہ بنایا پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ اس کا بیان ہے کہ وہ دونوں چھ بجے کمرے سے نکل آئے تھے اس کے بعد اسے نہیں معلوم کہ چنگیزی کب اور کس لیے دوبارہ کمرے میں گیا تھا۔ چھ بجے جب وہ کمرے سے نکلے تھے اس وقت دیواریں بالکل صاف تھیں۔ اور انہوں نے اس کمرے میں قیام کرنے کے بعد سے آج 6 بجے تک کسی دیوار پر رنگین لکیریں نہیں دیکھی تھیں۔

کسی عورت کے بارے میں پوچھا تھا؟۔

ہاں لیکن وہ اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکی۔ اتنا ضرور کہا تھا کہ چنگیزی کے تعلقات دوسری عورتوں سے کبھی نہیں رہے۔۔۔ اور نہ اس نے ان دنوں میں کوئی ایسی بات مارک کی تھی جس سے یہاں ایسی کسی عورت کی موجودگی کا شبہ ہوتا۔۔۔۔۔ مگر تم آخر کسی عورت کا تذکرہ کیوں کر بیٹھے تھے؟۔

عمران نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور فیاض کی طرف بڑھا دیا۔ کاغذ پر تحریر تھا۔

میں ساڑھے تین بجے تمہارے کمرے میں تمہارا انتظار کروں گی۔

تمہیں کہاں ملا تھا۔ فیاض نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

چنگیزی کے کمرے میں۔۔۔

بکواس مت کرو۔ فیاض کو غصہ آ گیا۔

خیریت۔۔۔۔۔۔۔ آخر اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے؟۔

میں ایسی بے تکلفی پسند نہیں کرتا۔ فیاض کا غصہ بڑھ رہا تھا۔

گھاس تو نہیں کھا گئے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ یہ پرچہ مجھے چنگیزی کے کمرے میں ملا تھا اور تم کہہ رہے ہو کہ میں ایسی بے تکلفی پسند نہیں کرتا؟۔

تم نے یہ پرچہ میری جیب سے نکالا ہے؟۔

اے سبحان اللہ۔ کیا تم ہی مسز چنگیزی ہو۔ پیارے تمہاری ذہنی حالت۔

فیاض کے موڈ سے تو یہی معلوم ہو رہا تھا کہ دونوں میں اسی وقت بہت شدید جھڑپ ہو جائے گی۔ لیکن پھر وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

دیکھو۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔ یہ پرچہ میری جیب میں تھا۔ آخر اس کے کمرے میں کیسے پہنچا؟۔

کس وقت تمہاری جیب سے غائب ہوا تھا؟۔

پتہ نہیں۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے جب مجھے اس کا خیال آیا تھا۔ میری جیب میں موجود نہیں تھا۔

تمہارے پاس کب اور کیسے آیا تھا؟۔

اس کے متعلق بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یہ میری جیب ہی سے برآمد ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ جیب میں کیسے پہنچا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ ٹھیک سات بجے مجھے اس کا خیال آیا میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن وہ غائب تھا۔

مگر تم ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں ضرور گئے ہو گے؟۔ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

او کمبخت تمہیں اس کا بھی خیال نہیں ہے کہ یہاں ایک لاش پڑی ہوئی ہے؟۔ فیاض پھر جھنجھلا گیا۔

فکر مت کرو۔ اس نے اتنا سرمایہ چھوڑا ہے کہ اس کے بال بچے زندگی بھر عیش کریں گے۔۔۔ پھر پریشانی کس بات کی اگر تم دو چار کروڑ کا بیلنس چھوڑ کر مر جاؤ تو میں تمہاری بیوی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر تمہاری لاش ہی پر رمبا ناچ سکتا ہوں۔

شٹ اپ۔ فیاض بڑی تیزی سے دوسری طرف مڑ گیا۔

*

دوسری صبح تک کوٹھی میں ہیجانی سی کیفیت نظر آتی رہی۔ فیاض کے محکمے کے لوگ لاش سے متعلق ضروری کارروائی مکمل کر لینے کے بعد اسے پوسٹ مارٹم کے لیے اٹھوا لے گئے تھے۔ لیکن کیپٹن فیاض وہیں موجود تھا۔

البتہ اس کا ڈرائیور عمران کی بیگم کو شہر واپس لے گیا تھا۔

کئی مہمان بھی چلے گئے تھے۔۔۔۔ خان دلاور یا فیاض نے انہیں روکا نہیں تھا۔ بیگم چنگیزی وہیں تھی۔ لیکن وہ ایک متحرک بت سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ہونٹ اتنے مضبوطی سے بند ہوتے کہ جبڑوں کی رگیں ابھری ہوئی سی نظر آتیں۔۔۔۔ آنکھیں ویران اور پتھرائی ہوئی سی۔ اگر کبھی کوئی اسے مخاطب کرتا تو اس طرح چونک پڑتی جیسے اونگھتی رہی ہو۔

ڈاکٹر مہ جبین ہر وقت اس کے ساتھ دیکھی جاتی تھی۔

فیاض عمران کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر صرف اس حادثے کی حد تک۔ ویسے ان دونوں میں خوشگوار ہی قسم کی گفتگو ہوتی تھی۔ فیاض ہی نے رائے دی تھی کہ اب اسے اس طوائف کو شہر بجھوا دینا چاہئے۔ کیونکہ محفل طرب ماتم کدہ بن چکی ہے۔ عمران نے بے چون و چرا اس کے مشورے پر عمل کیا تھا لیکن اس سے یہ نہیں پوچھا تھا کہ وہ اس کیس کے سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔

لیکن اس کے ذہن میں وہ تحریر کافی ہنگامے برپا کر رہی تھی۔ جو کیپٹن فیاض کی جیب سے ہوتی ہوئی مرنے والے کے کمرے تک پہنچی تھی۔

فیاض کا ایک اسسٹنٹ انسپکٹر زاہد بھی وہیں رہ گیا تھا۔ وہ اور فیاض مختلف مہمانوں سے مرنے والے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے پھر رہے تھے۔ جو مہمان واپس جا چکے تھے ان کی لسٹ فیاض نے اپنے دوسرے اسسٹنٹ کو دے کر شہر روانہ کر دیا تھا تا کہ ان سے معلومات فراہم کر سکے۔

عمران صبح سے اس آدمی کے چکر میں تھا۔ جس نے پچھلی رات چنگیزی کے متعلق بہت سی باتیں کی تھیں۔ اس کا نام نجیب تھا۔ یہ بھی شہر کے اچھے خاصے خوشحال لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا ۔۔۔۔۔۔ عمران کی معلومات کے مطابق اس کے چنگیزی سے تعلقات بھی تھے۔

وہ صبح سے اب تک کئی بار کوشش کر چکا تھا کہ مسز چنگیزی کے دل کا غبار نکل جائے۔ عمران اسے برابر دیکھتا رہا تھا۔ ڈاکٹر جبین کی بھی یہی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح رو پڑے۔ لیکن نہ تو نجیب کو کامیابی ہو سکی تھی اور نہ ڈاکٹر جبین ہی اس کا ذہنی جمود ختم کرنے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔

دوپہر تک فیاض نے نہ جانے کیسے ضبط کیا۔ عمران سے اس حادثے یا اپنی تفتیش کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی۔ لیکن پھر اس کے بعد اسے عمران کو گھیرنا ہی پڑا کیونکہ وہ تحریر اس کے لیے بھی الجھن کا باعث بن گئی تھی۔

کیوں؟۔ تم اس تحریر کے بارے میں کس نتیجے پر پہنچے ہو۔؟۔ اس نے عمران سے پوچھا۔

میں کیا بتاؤں سوپر فیاض، تحریر تمہاری جیب میں پہنچی تھی تم ساڑھے سات بجے اپنے کمرے میں پہنچے تھے لیکن اس وقت وہ کاغذ تمہاری جیب میں نہیں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر وہ ٹکڑا ملا بھی تو کہاں۔۔۔۔۔۔ ایک ایسے آدمی کے کمرے میں جس کی لاش ہال میں پڑی ہوئی تھی۔

آخر یہ چکر ہے کیا؟۔ فیاض اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

کچھ بھی ہو لیکن وہ ساڑھے سات بجے تمہیں تمہارے کمرے میں نہیں ملی تھی۔۔۔۔۔

آہا تو پھر تم خود ہی پہنچے تھے ہال میں یا کوئی بلانے آیا تھا؟۔

میں کمرے ہی میں تھا۔۔۔۔ ڈاکٹر جبین نے مجھے حادثے کی اطلاع دی تھی۔

تم نے یہ سب کچھ پہلے ہی کیوں نہ بتایا تھا؟۔

تم میرا مذاق کیوں اڑا رہے ہو؟۔ فیاض پھر جھلا گیا۔ میں کہتا ہوں اگر تمہیں کوئی ایسی تحریر ملتی تو تم کیا کرتے؟۔

ارے میں تو اس عورت کے نانہال تک دوڑتا چلا جاتا۔۔۔ سرپٹ۔۔۔ ہاں۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

ہام، ٹھہرو، تو گویا، وہ عورت تمہیں اور چنگیزی کو بیک وقت اپنے کمروں میں بھیجنا چاہتی تھی۔۔۔ چنگیزی ختم ہوگیا لیکن تمہاری بیوی بڑی بدقسمت معلوم ہوتی ہے۔ زحل ستارہ

ہوگا۔

فیاض کچھ نہ بولا، وہ سگرٹ سلگا رہا تھا۔

مگر فیاض، کیا تم پہلی بار خان دلاور کی دعوت میں شریک ہوئے ہو؟۔ عمران نے پوچھا۔

نہیں، اب سے پانچ سال پہلے بھی اتفاق ہو چکا ہے۔ ویسے وہ مجھے ہر سال مدعو کرتا ہے۔ اس بار تو خاص طور سے۔۔۔۔ مطلب یہ کہ اس دعوت کے سلسلے میں مہمانوں کے متعلق بھی اس نے مجھ سے مشورے لیے تھے۔

چنگیزی تو شاید پہلی بار اس دعوت میں شریک ہوا تھا۔

یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟۔

پتہ نہیں۔۔۔۔ میرا خیال ہے۔

میں نے اس کے متعلق خان دلاور سے نہیں پوچھا۔

مجھے علم ہے کہ وہ اس سے پہلے کبھی اس دعوت میں شریک نہیں ہوا۔ عمران نے کہا۔

اوہ تو تم خان دلاور پر شبہ کر رہے ہو؟۔

میں اپنے باپ پر بھی شبہ کر سکتا ہوں تم اس کی پرواہ مت کرو۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر فیاض نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ تم بھی ابھی تک کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکے؟۔

مشکل کام ہے سوپر فیاض، لیکن ہوسکتا ہے کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ دیکھ کر میں کوئی راہ

نکال سکوں۔ بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ اس کے کمرے میں ان تینوں لکیروں کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکا۔ یا پھر یہ پرچہ جو تمہارے جیب میں بھی رہ چکا ہے۔ پھر تم سے ایک غلطی بھی سرزد ہوئی ہے۔ آخر تم نے ان مہمانوں کو جانے کیوں دیا۔ کم از کم تین چار دن تو روکنا ہی تھا۔

بھئی خان دلاور نے مجھے مجبور کیا ہے کہ جو جانا چاہیں انہیں نہ روکوں۔

شاید خان دلاور ہی اب تمہارے محکمے کا ڈائریکٹر جنرل بنایا جائیگا۔ عمران کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

اسی صورت میں جب تم یتیم ہو جاو۔ فیاض کا جواب تھا۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نجیب آ گیا۔ فیاض ہی نے اسے اشارے سے بلایا تھا۔

کہیئے اب کیا حال ہے؟۔ فیاض نے اس سے پوچھا۔

کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، مجھے ڈر ہے کہ کہیں مسز چنگیزی اپنا ذہنی توازن نہ کھو بیٹھیں۔ ایک آنسو نہیں نکلا۔

آہا۔۔۔۔۔ عمران اپنے دیدے نچا کر بولا۔ آپ تو وہی معلوم ہوتے ہیں۔ دوربین والے۔۔۔ ہیں ناں۔

کپتان صاحب۔ دفعتا نجیب اکھڑ گیا۔ میں کہتا ہوں انہیں سمجھائیے یہ خواہ مخواہ ہر معاملے میں اپنی ٹانگ نہ اڑایا کریں۔

بری بات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مسٹر۔ فیاض نے عمران کی طرف دیکھے بغیر رواداری میں کہا اور پھر نجیب سے بولا۔ کیا یہاں کوئی ایسی عورت تھی جو مسز چنگیزی سے ملتی رہی ہو؟۔

نونو۔۔۔۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں۔ نجیب سر ہلا کر بولا۔ چنگیزی ایسا آدمی نہیں تھا۔ میں اسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔ آپ کو اس کا خیال کیسے آیا کپتان صاحب؟۔

کچھ نہیں، یونہی برسبیل تذکرہ پوچھ لیا ہے۔

عمران نے محسوس کیا کہ اس جواب سے نجیب کی تشفی نہیں ہوئی۔ لیکن پھر اس نے اس موضوع کو آگے نہیں بڑھایا۔ فیاض اب اس سے دوسری باتیں پوچھ رہا تھا۔ جن کے جواب سے عمران نے اندازہ لگایا کہ چنگیزی کا حلقہ احباب محدود تھا۔ اور وہ ایسا آدمی بھی نہیں تھا جسے عیاش کہا جا سکتا۔ عورتوں سے دوستی کے معاملے میں وہ محتاط تھا۔ خان دلاور کی اس دعوت میں حقیقتا پہلی بار شریک ہوا تھا۔ ویسے ان دونوں کی دوستی پرانی تھی۔ اپنی بیوی سے وہ بہت محبت کرتا تھا۔ دونوں کی شادی رومان کا نتیجہ تھی۔ وہ اس کے بغیر ایک دن بھی نہیں گزار سکتا تھا۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر جبین آ پہنچی۔ عمران نے اسے بڑے ادب سے سلام کیا جس کا جواب نہیں ملا۔

میں تھک گئی ہوں، فیاض صاحب۔ اس نے کہا۔ لیکن مسز چنگیزی کو رلانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

کیا سب پاگل ہو گئے ہیں؟۔ عمران احمقانہ انداز میں بولا۔ آخر کسی اچھے بھلے آدمی کو رلانے سے کیا فائدہ؟۔

آپ اپنی جہالت سمیت خاموش ہی رہا کیجیے تو بہتر ہوگا۔ ڈاکٹر جبین کو غصہ آ گیا۔

میں برا نہیں مانتا، عورتیں مجھے عموما چھیڑتی رہتی ہے۔ عمران نے ہنس کر کہا۔

مت بکواس کرو۔۔۔۔۔۔ نجیب ڈاکٹر جبین کی حمایت میں مارنے مرنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔

اچھی بات ہے اب نہیں کروں گا۔ عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں کہا اور احمقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ فیاض بھی عمران کو گھور رہا تھا مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

دونوں فیاض سے بیگم چنگیزی ہی کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ عمران وہاں سے ہٹ آیا۔ یہ کیس اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر کیپٹن فیاض سے ملا۔

میں شہر جا رہا ہوں۔ اس نے کہا۔

کیوں؟۔

مرغیوں کی دیکھ بھال کے لیے۔۔۔۔۔ اس بار منار کا انڈوں پر بیٹھی ہے۔

شام سے پہلے تمہاری واپسی ضروری ہے۔ فیاض بولا۔

لیکن اگر کسی مرغی پر اختلاج قلب کے دورے پڑ رہے ہوں گے تو میں مجبور ہو جاوں گا۔

میرا خیال ہے کہ تم اس صورت میں مرغ ہو جاوگے۔ فیاض نے کہا جو اچھے ہی موڈ میں تھا۔

ہاہا، سو پر فیاض بہت اچھے۔ عمران خوش ہو کر بولا۔ کیا یہاں کسی سے ناک لڑ گئی ہے، بہت خوش ہو۔

بس جاو۔۔۔۔۔۔۔۔ چار بجے سے پہلے واپسی ورنہ۔۔۔۔۔۔۔ فیاض نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

کچھ دیر بعد عمران کی ٹو سیٹر شہر کی طرف جا رہی تھی۔۔۔۔۔ گھر تک پہنچنے میں آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں صرف ہوئے۔

سلیمان کی مزاج پرسی کر کے وہ سیدھا اس کمرے میں گیا جہاں پرائیویٹ فون رہتا تھا۔ اس نے جولیا فٹز واٹر کے نمبر ڈائیل ملا۔

اتنی دیر، جولیا۔ عمران ایکس ٹو کی آواز میں غرایا۔

میں باتھ روم میں تھی جناب، معافی چاہتی ہوں جناب۔

سنو، میں مسٹر چنگیزی کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔ کیا تم نے کسی اخبار کا ضمیمہ دیکھا ہے؟۔

جی ہاں، اور وہ چنگیزی کی موت ہی کے سلسلے میں شائع ہوئے ہیں۔۔۔۔

کیا وہ اتنا ہی اہم آدمی تھا؟۔

یقیناً جناب۔ کیا آپ کی نظروں سے کوئی ضمیمہ نہیں گزرا؟۔

میری بات کا جواب دو؟۔ عمران غرایا۔ مجھ سے غیر ضروری گفتگو نہ کیا کرو۔

اوہ۔۔۔۔۔مم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔معاف فرمائیے جناب، جی ہاں وہ کسی حد تک اہم آدمی تھا کیونکہ بیرونی ممالک سے جتنی بھی مشینری درآمد ہوتی ہے وہ سب اسی کے توسط سے ہوتی تھی اس بار وہ الیکشن میں بھی کھڑا ہونے والا تھا۔

یہ باتیں اتنی اہم نہیں ہے جن کے لیے اخبارات کے ضمیمے نکالے جائیں۔

اوہ ٹھیک یاد آیا جناب، اس نے شہر کے روزناموں کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کیا تھا جس سے ان روزناموں کو ضرورت پڑنے پر مالی امداد ملتی تھی۔

ہاں، اب تم نے کام کی بات کی ہے۔۔۔۔عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ اسے دوتین کھانسیاں آئیں اور پھر اس نے کہا۔ جولیا، اس چنگیزی کے متعلق یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کی شادی کب اور کن حالات میں ہوئی تھی۔ وہ خود کس قسم کا آدمی تھا۔ اس کے مخصوص دوستوں کے بارے میں تفصیل، گھریلو زندگی کیسی تھی۔ کیا وہ شہر کے کسی خاص روزنامے میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ بیوی سے اس کے تعلقات ان دنوں کیسے تھے۔۔۔۔اگر کوئی عورت اس کے قریبی دوستوں میں مل سکے تو اس کا خاص طور پر خیال رکھو یہ ساری اطلاعات تم زیروزیروسکس ٹرانسمیٹر پر عمران کو دو گی۔۔۔۔ٹھیک ساڑھے تین بجے۔۔۔۔اور پھر وہ جو کچھ کہے اس پر عمل کرنا۔ عمران پھر کھانسنے لگا۔۔۔۔۔خواہ مخواہ کھانس رہا تھا۔۔۔۔۔اور اب وہ کھانستا ہوا بولا۔ میں بیمار ہوں۔۔۔۔۔اس لیے یہ کیس کلی طور پر عمران کے سپرد کر رہا ہوں تم لوگوں کو چاہئے کہ اس سے پورا پورا تعاون کرو۔ بار بار مجھے تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے فی الحال یہی سوچا ہے۔ کہ کسی ہسپتال میں داخل ہو جاوں۔

کاش آپ مجھے اپنی خدمت کا موقع دے سکتے۔ جولیا کی آواز میں بڑا درد تھا۔

جولیا۔

جناب عالی۔

غیر ضروری گفتگو سے احتراز کرو۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

شائید وہ صرف اتنے ہی کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر نکال کر گلے میں لٹکا اور سلیمان کو گھریلو معاملات کے متعلق ہدایات دیتا ہوا باہر نکل آیا زیروسکس کا ٹرانسمیٹر فولڈنگ کیمرہ بھی تھا اور ٹرانسمیٹر بھی۔ پچاس میل کے رقبے میں اسے بہ آسانی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ ایک مختصر سی بیٹری اسے اڑتالیس گھنٹے تک کارآمد رکھ سکتی تھی۔

وہ کچھ دیر تک شہر کی سڑکوں پر چکراتا رہا کیونکہ اس وقت جولیا کا پیغام راستے ہی میں کہیں سننا چاہتا تھا پھر خان دلاور کی دیہی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔ گاڑی کی رفتار یونہی سی رکھی تھی۔ جیسے تفریحا کھیتوں اور سرسبز میدانوں کی طرف نکل آیا ہو۔ وہ بار بار گھڑی کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ ساڑھے تین بج گئے لیکن ٹرانسمیٹر پر اشارہ نہیں موصول ہوا۔ پانچ منٹ اور گزر گئے۔ عمران کا منہ بگڑ گیا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت اشارہ موصول ہوا اور دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

ہلو۔۔۔۔۔۔ہو۔۔۔۔بلاک ہیڈ۔۔۔۔۔۔۔۔ہلو۔۔۔۔۔۔۔ہلو۔۔۔۔۔۔۔

بلاک ہیڈ پلیز۔۔۔۔۔۔

ہلو۔۔۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں قلقاری لگائی۔۔۔۔۔ اب چھوٹے بچے کی کیسی طبیعت ہے محترمہ نصیبن۔

کیا بکواس شروع کردی تم نے؟۔

ہام، اب تم بتاؤ۔ چوہے نے مجھے بتایا ہے کہ تم کچھ دنوں تک میرے کان کھاؤ گی۔

کام کی بات کرو۔ میں غیر ضروری گفتگو نہیں پسند کرتی۔

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا اور بولا۔۔۔ چنگیزی سے متعلق رپورٹ۔

اس کی شادی دو سال پہلے ہوئی تھی۔ پہلے دونوں میں محبت ہوئی تھی۔

ضرور ہوئی ہوگی، کیونکہ دو سال پہلے اس کا رواج تھا۔ خیر۔۔۔۔ دونوں کے تعلقات آج کل کیسے تھے؟۔

بہت اچھے تھے۔۔۔ کسی ملازم کو یاد نہیں کہ ان میں کبھی جھگڑا ہوا ہو۔

مسز چنگیزی کا کوئی مرد دوست؟۔

کوئی بھی نہیں، مطلب یہ کہ۔۔۔۔۔۔۔ مگر ٹھہرو، اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے؟۔

کیوں؟۔

ظاہر ہے کہ چنگیزی کے دوست اس کے بھی دوست رہے ہوں گے۔

کوئی ایسا جس سے چنگیز بھی واقف نہ رہا ہو؟۔

اس سے تو دنیا کی کوئی طاقت واقف نہیں ہوسکتی۔ عمران کیا تم بالکل ہی ڈفر ہوگئے ہو؟۔

وہ تو میں پہلے بھی تھا۔ عمران خوش ہو کر بولا۔ اچھا کیا مسز چنگیزی کسی مشہور خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟۔

نہیں، متوسط طبقے کے ایک معروف گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ شادی سے پہلے گورنمنٹ گرلز اسکول میں ٹیچر تھی۔

کیرکٹر؟۔

یہ لغوترین لفظ کم از کم میرے سامنے نہ دہرایا کرو۔ جولیا نے کہا۔ کیونکہ میں اس کا مفہوم آج تک نہیں سمجھ سکی۔

پھر تم نے اسے لغو کیسے کہہ دیا؟۔

میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ اس کے کیریکٹر کے بارے میں کچھ نہ بتا سکوں گی کیونکہ اس کے متعلق معلومات ہی نہیں حاصل کرسکی۔

بہتر ہے کہ اب تم کسی اوپیرا میں ملازمت کرلو ورنہ ایکس ٹو کا محکمہ تمہارے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہوگا۔

ختم کرو۔ اس سلسلے میں ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے۔ جولیا نے کہا۔

بیان جاری رکھو، جہاں ضرورت ہوگی ٹوک دوں گا۔

وہ پچھلے ایک ماہ سے بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ اور اپنا زیادہ تر وقت کوٹھی کی چھت پر گزارتا تھا۔

ایسے موقع پر اس کے گلے میں دوربین بھی ہوتی تھی۔ اور وہ دیر تک چاروں طرف اس سے دیکھتا رہتا تھا۔ کوٹھی کی پشت پر ایک بہت بڑا باغ ہے اکثر اس کے ہاتھوں میں رائفل بھی دیکھی جاتی تھی۔

اس کی وجہ معلوم ہو سکی۔

نہیں، اس نے کبھی کسی کو وجہ نہیں بتائی۔

تم اتنے یقین کے ساتھ کوئی بات نہ کہا کرو، میرے پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے۔

تم جہنم میں جاو۔ جولیا چڑ کر بولی۔

جہنم میں چورن نہیں ملتا۔ خیر۔۔۔۔ تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ اس نے اس کی وجہ مسز چنگیزی کو بھی نہ بتائی ہوگی۔

ارے، تو کیوں جھک مار رہے ہو اسی سے پوچھ لو نا، تم بھی شاید وہیں ہو، تم سے خدا سمجھے، تم آئے دن ہمارے لیے کوئی نہ کوئی مصیبت ڈھونڈ لاتے ہو۔

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول میں کوئی ایسی استانی تلاش کرو جس کے مسز چنگیزی سے گہرے تعلقات رہے ہوں۔ اگر ایسی کوئی عورت مل سکے تو رات کو ٹھیک نو بجے مجھے اطلاع دو۔

جولیا نے گفتگو ختم کر دی۔ شائد وہ پوری رپورٹ دے چکی تھی۔

عمران نے ٹرانسمیٹر بند کرکے کار کی رفتار تیز کر دی۔

* * *

اسی رات کو ڈاکٹر جبین مسز چنگیزی کو رلا دینے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ ڈاکٹر جبین کا دعوی تھا مگر حقیقت یہ تھی کہ اس کا سہرا بھی عمران ہی کے سر رہا تھا۔ اس نے گھسی پٹی عورت کے سے انداز میں مسٹر چنگیزی کے لاولد مر جانے کا تذکرہ چھیڑا تھا۔ بس پھر وہ بے ساختہ رو پڑی تھی۔ اس کے بعد فیاض اور عمران وہاں سے ہٹ آئے تھے۔

اس وقت فیاض سے پیچھا چھڑا لینا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ شاید فیاض کو یقین ہو گیا تھا کہ عمران کسی خاص نتیجے پر پہنچ چکا ہے۔

عمران اسے جھکائیاں دیتا۔ اور پھر نو بجنے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔۔۔۔ اسے توقع تھی کہ ٹھیک نو بجے ٹرانسمیٹر پر جولیا کا پیغام آئے گا۔

کسی نہ کسی طرح فیاض کو ڈاج دے کر وہ عمارت سے نکل آیا۔ عقبی پارک ہی ایسی سکون کی جگہ ہو سکتی تھی جہاں اس کے پیغام کا انتظار کر سکتا تھا۔

وہ عقبی پارک پہنچ کر کوئی ایسا مقام تلاش کرنے لگا جہاں سے اس کا سایہ تک کسی کو نظر نہ آ سکے۔ ورنہ تاروں کی چھاؤں میں تو وہ بہ آسانی دیکھ لیا جاتا۔ وہاں کیپٹن فیاض بھی تو موجود تھا

جو اس سے کام بھی لیتا تھا اور اس پر نظر بھی رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

وہ ایک چھوٹے سے ٹیکرے اور جو ہی جھاڑی کے درمیان بیٹھ گیا۔ پھر ٹرانسمیٹر سنبھالا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ٹرانسمیٹر پر آواز آ رہی تھی لیکن بولنے والی کوئی عورت نہیں تھی بلکہ مرد تھا جو کہہ رہا تھا۔ ابھی تک حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن اب وہ رو پڑی ہے۔

فکر مت کرو۔ دوسری آواز آئی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس کے متعلق کچھ بھی نہ جانتی ہوگی۔ وہ بہت محتاط تھا۔۔۔ اور کچھ کہنا ہے تمہیں؟۔

ایک بیوقوف سا آدمی میری الجھن کا باعث بنا ہوا ہے کل سے کوشش کی جا رہی تھی کہ وہ رو پڑے لیکن کسی کو بھی کامیابی نہیں ہوئی آج اس احمق نے اسے چٹکی بجاتے رلا دیا۔

تم اس سے بھی زیادہ احمق معلوم ہوتے ہو۔ دوسری آواز آئی۔

اتنے میں ٹرانسمیٹر سے ایک تیسری آواز ابھی۔۔۔۔ ہلو۔۔۔۔ ہلو۔۔۔۔ ڈیوک آف ڈھمپ۔۔۔۔۔ ہلو۔۔۔۔ یہ جولیا کی آواز تھی۔

عمران فوراً بول پڑا۔ کاشن۔۔۔ موقع نہیں ہے۔

جولیا کی آواز آنی بند ہوگئی۔ دوسرے بولنے والے تو پہلے ہی خاموش ہو گئے تھے لیکن عمران پھر بھی کچھ دیر تک منتظر رہا۔

مگر اسے حیرت تھی کہ آخر جولیا اسی وقت کیسے بول پڑی تھی جب وہ دونوں بول رہے

تھے۔۔۔۔۔۔۔ وہ اتنی احمق تو نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔ پھر کیا اس کے سیٹ نے ان دونوں کی آوازیں نہیں ریسیو کی تھیں؟۔ دوسری ہی بات ممکن تھی۔ گفتگو سن لینے کا موقع دیتی۔ اور پھر اسے یاد آیا تھا کہ جولیا کی آواز نسبتاً دور کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ تب پھر یہ دونوں بولنے والے قریب ہی کے ہو سکتے تھے۔ اور ان میں سے ایک یقینی طور پر کوٹھی ہی میں مقیم تھا۔ اور ان کے ٹرانسمیٹر کو کمتر فریکوینسی کے ہو سکتے تھے۔ ورنہ جولیا نے بھی ان کی گفتگو ضرور سنی ہوتی اور خود بولنے سے احتراز کیا ہوتا۔۔۔

عمران نے بہت احتیاط سے چاروں طرف نظریں دوڑائی۔ عقبی پارک سنسان پڑا تھا۔ اور جھینگروں کی جھائیں جھائیں بھی سناٹے ہی کا جزو معلوم ہو رہی تھی۔

وہ درختوں کی اوٹ لیتا ہوا چلنے لگا۔ اب اسے بہت محتاط ہو کر کام کرنا تھا ظاہر ہے کہ جولیا کے لیے اس کا کاشن ان دونوں آدمیوں نے بھی سنا ہوگا جن میں سے ایک لازماً کوٹھی ہی میں مقیم تھا۔ پورچ کے قریب پہنچ کر وہ لنگڑانے لگا اور ایک ہی جھٹکے میں گریبان پھٹتا چلا گیا۔ آدھی سے زیادہ قمیض پتلون سے باہر آ گئی۔۔۔ وحشیانہ انداز میں بال بکھیر لیے۔

یہ سب کچھ اسے پورچ کے قریب ہی آ کر سوجھی تھی۔ لیکن اگر یہاں آس پاس کوئی موجود ہوتا تو شائید اس کی یہ نئی اسکیم ذہن ہی میں گھٹ کر رہ جاتی۔ ظاہر ہے کہ کسی کی موجودگی میں وہ خود ہی اپنا حلیہ نہ بگاڑ سکتا۔

لعنت ہے۔ وہ برآمدے میں داخل ہوتے ہی کراہا۔ ایک ستون سے ٹک کر بلند آواز

میں بڑبڑانے لگا۔ میں پاگل ہو جاؤں گا، آخر یہاں کیا ہو رہا ہے؟۔

دفعتاً دو ملازم ایک کمرے سے نکل کر اس کی طرف جھپٹے۔

عمران ستون سے لگا کھڑا اس طرح جھوم رہا تھا جیسے اب گرا اور تب گرا۔

کیا ہوا جناب؟۔ نوکروں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔

ہوا کیا۔۔۔۔؟ عمران غصیلی آواز میں بولا۔ ایک کل مرا تھا اور دوسرا آج مر جاتا۔

بتائیے بھی تو سرکار؟۔

مجھے اندر لے چلو۔

ان دونوں نے اس کے بازو پکڑ لیے اور وہ لنگڑاتا ہوا چلنے لگا۔

ہال میں روشنی تھی۔ بہتیرے لوگ وہاں موجود تھے لیکن آج آرکسٹرا خاموش تھا۔ ویسے شراب کی ٹرالیاں آج بھی گردش کر رہی تھیں۔

فیاض بھی ہال ہی میں موجود تھا۔ عمران کو اس حال میں دیکھ کر اسکی طرف جھپٹا۔

یہ کیا ہوا؟۔

صرف دس منٹ اور گزرنے پر تم میری زبان سے ایک لفظ بھی نہ سن سکتے۔ عمران ہانپتا ہوا بولا۔

کیا ہوا۔۔۔۔۔ کیا ہوا؟۔ کئی آوازیں آئیں سارے ہی لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

عمران نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑ لیے اور بولا۔ خواہ مخواہ کتے کو بھی نہ مارو۔۔۔۔۔۔ یہ نصیحت آج ہی سمجھ میں آئی ہے۔۔۔۔۔۔

ارے کچھ بکو گے بھی۔ فیاض پھر دھاڑا۔

اس قبرستان سے اکتا کر عقبی پارک میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک کتے کو پتھر مار دیا۔ پتھر مارنا ہی تھا کہ کتا دو ٹانگوں پر کھڑا ہو کر دوڑنے لگا۔

آدمیوں کی طرح گفتگو کرو عمران۔

آدمی ہی تھا۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ یہ بات تو پٹ جانے کے بعد ہی سمجھ میں آئی تھی کہ وہ کتوں کی طرح چل رہا تھا۔۔۔ یعنی گھٹنوں کے بل۔ پتھر لگتے ہی اٹھ کر بھاگا لیکن پھر پلٹ پڑا۔۔۔۔ میں ٹھوکر کھا کر گر پڑا اس نے کچل کر رکھ دیا۔

فیاض اسے تیکھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

مگر آپ اس وقت عقب میں کیا کر رہے تھے؟۔ ڈاکٹر جبین نے پوچھا۔

میں پوچھتا ہوں آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں، آپ کو تو عقبی پارک میں ہونا چاہیے؟۔

کیا بکواس ہے؟۔

بکواس نہیں بلکہ مشورہ۔ کیونکہ اسے ایک ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔

کسے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ فیاض غرایا۔

جسے میں کچل کر ڈال آیا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ جب دیکھا کہ کسی طرح چھوڑتا ہی نہیں تو اس کا سر ایک درخت سے ٹکرا دیا۔۔۔۔۔ کبھی ناریل پھوٹنے کی آواز سنی ہے کپتان صاحب؟۔

اوہ۔۔۔ کہاں۔۔۔ کدھر؟۔ ایک آدمی دروازے کی طرف جھپٹا۔

لیکن بقیہ لوگ وہیں کھڑے رہے۔۔۔ اور پھر وہ آدمی بھی دروازے تک جا کر پلٹ آیا۔ اس نے پہلے وہاں رک کر چندھیائی ہوئی نظروں سے دوسروں کو دیکھا تھا۔ اسے شاید توقع تھی کہ اس کے پیچھے کچھ اور لوگ بھی بڑھیں گے۔

ہی ہی۔۔۔۔ ہی ہی۔۔۔ وہ قریب آ کر خفت آمیز انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

کون جانے یہ بات ان حضرات نے کہی ہے، ہوسکتا ہے وہ اس سے لڑتے رہے ہوں۔

آپ مجھے جھوٹا نہیں کہہ سکتے مسٹر غریب۔ عمران بولا۔

میرا نام نجیب ہے۔ نجیب غرایا۔ آپ یہ بتائیے کہ آپ اس وقت عقبی پارک میں کیوں گئے تھے؟۔

مجھے کسی نے منع نہیں کیا تھا کہ رات کو عقبی پارک میں نہ جاوں۔

میرے ساتھ آو۔۔۔ فیاض دروازے کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

آوں یا لنگڑاوں تمہارے ساتھ۔۔۔۔ عمران نے مردہ سی آواز میں کہا اور سب بے ساختہ ہنس پڑے۔

چلو۔ فیاض نے پلٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور پھر وہ ساری بھیڑ ان کے پیچھے چل پڑی۔ خان دلاور بھی آ گیا تھا۔

خواتین ہال میں رک گئیں۔۔۔۔ اس وقت عمران کے پاس کیمرہ نما ٹرانسمیٹر نہیں تھا۔ لیکن چھپاتے وقت اس کے ذہن میں کوئی اسکیم نہیں تھی۔ وہ تو اس نے اس لیے چھپایا تھا کہ اندھیری رات میں کیمرہ لیے پھرنے کی کوئی تک نہیں تھی اور پھر وہ ایسی صورت میں جب کہ اس کے علاوہ بھی کوٹھی میں کوئی ایسا آدمی مقیم تھا جس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ وہ اپنے خلاف اس کے شبہات میں اضافی کیسے کرتا۔ ٹرانسمیٹر پر اس آدمی کی گفتگو ویسے ہی ظاہر کر چکی تھی کہ وہ عمران کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا اس کے متعلق الجھن میں ہے۔

کہا جھگڑا ہوا تھا؟۔ فیاض نے عقبی پارک پہنچ کر عمران سے پوچھا۔

اوہ۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔ تھوڑا آ گے آو۔ عمران انہیں تھوڑی دور لے جا کر رک گیا۔ کئی ٹارچوں کی روشنیاں چاروں طرف چکرانے لگیں۔

وہ کہاں ہے جسے تم نے مارا تھا؟۔ فیاض نے غصیلی آواز میں کہا۔

یہیں تو تھا۔ عمران کے لہجے میں حیرت تھی اور اس کے دیدے گردش کر رہے تھے۔

میں نہ کہتا تھا۔ نجیب چہکا۔ مگر ان سے اس حرکت کا مقصد ضرور پوچھیے کپتان صاحب۔ ایسا بھی کیا مذاق اور پھر ایسی صورت میں جب کہ پچھلی ہی رات کو ایک حادثہ ہو چکا ہے۔

عمران سوچ رہا تھا کیا اس نے ٹرانسمیٹر میں نجیب کی آواز بھی سنی تھی مگر وہ فیصلہ نہ کر سکا

کیونکہ اس کا لب ولہجہ اور آواز پر دھیان دینے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ اس کا ذہن تو اس خدشے میں الجھ کر رہ گیا تھا کہ کہیں اسی وقت جولیا بھی نہ بول پڑے۔۔۔۔ اس وقت عمران نے یہ جال دراصل اسی لیے بچھایا تھا کہ کوٹھی کے حالات سے متعلق ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والا سامنے آ جائے۔

کیا اسے کامیابی ہوئی تھی۔ ابھی تک عمران اس کا بھی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ اچانک اسے اپنا ٹرانسمیٹر یاد آ گیا اور پھر اس کے ذہن میں ایک نئی سکیم کروٹیں لینے لگی۔

روشنی کے دائرے اب بھی عقبی پارک کے اندھیرے میں گردش کر رہے تھے۔ اور عمران جھاڑیوں میں جھانکتا پھر رہا تھا۔ دفعتاً اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ارے بھئی یہ کیمرہ کس کا ہے؟۔

کیپٹن فیاض قریب ہی تھا۔ عمران نے کیمرے کا تسمہ پکڑ کر جھلاتے ہوئے کہا۔ یہ اس جھاڑی میں پڑا ہوا تھا۔

لوگ پھر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔ کیمرے کا ایک بھی دعودار نہ نکلا۔۔۔۔ لیکن عمران نے ٹارچ کی روشنی میں ایک آدمی کے چہرے پر حیرت کے بہت زیادہ آثار پائے۔۔۔۔۔۔ یہ چنگیزی کا دوست نجیب تھا۔

فیاض نے کیمرہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور کچھ دیر بعد وہ پھر کوٹھی میں واپس آ گئے۔

کچھ لوگوں کو عمران کے بیان پر یقین آ گیا تھا اور کچھ ابھی تک شبہے میں مبتلا تھے۔ لیکن شاید ان میں سے کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکا کہ آخر ایسا مذاق ہی کیوں؟۔

وہ لوگ ہال ہی میں ٹھہرے رہے کیونکہ اس غیر ضروری دوڑ دھوپ کے بعد شراب کی ٹرالیوں کو گردش میں آنا ہی چاہیئے تھا۔۔۔۔۔ البتہ عمران اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن فیاض بھی وہاں موجود تھا۔

اب تم یہ کہو گے کہ یہ کیمرہ نہیں ٹرانسمیٹر ہے؟۔ عمران اسے آنکھ مار کر بولا۔

کیا تم نے جو کچھ بھی کہا تھا سچ تھا؟۔

دیر کی بات ہوئی سوپر فیاض۔ اب یہ سوچنا پڑے گا کہ میں نے سچ کہا تھا یا غلط؟۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ لیکن اب یہ کیمرہ مجھے واپس کر دو۔

کیا مطلب؟۔

یہ میرا ہے۔

بکواس مت کرو۔ یہ سرکاری تحویل میں جائے گا۔

اس صورت میں تمہیں زیادہ شرمندگی اٹھانی پڑے گی، میں وزارت خارجہ کے سیکرٹری کی خدمت میں درخواست پیش کروں گا کہ سرکار کے بھتیجے فیاض نے مار پیٹ کر میرا ٹرانسمیٹر چھین لیا۔ یہ رہا اس ٹرانسمیٹر کا پرمٹ جو مجھے دفتر خارجہ سے ملا تھا۔

فیاض اسے بڑی زہریلی نظروں سے دیکھ رہا تھا اس نے ہاتھ بڑھا کر پرمٹ اس سے لیا۔

اچھی بات ہے۔ اس نے کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر کہا۔ تو تم نے کھیل شروع کر دیا لیکن مجھے اس سے الگ رکھنا چاہتے ہو؟۔

کچھ نہیں سوپر فیاض۔۔۔۔۔ یار میں پھر کیا کرتا بات تو بنانی ہی تھی کیونکہ ایک ملازم نے مجھے پھٹے حالوں میں دیکھ لیا تھا۔۔۔ ورنہ میرا سارا ارادہ تو یہ تھا کہ چپ چاپ جا کر اپنے کمرے میں کپڑے تبدیل کر لوں گا۔ مگر نوکر نے دیکھ ہی لیا۔۔۔۔۔۔ میں نے سوچا اب کوئی کہانی تخلیق کرنی پڑے گی۔ اس لیے ٹرانسمیٹر وہیں پھینکا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو خواہ مخواہ ۔۔۔۔۔۔

مگر پھر کیا بات تھی؟۔

وہ کوئی عورت تھی سوپر فیاض۔ عمران نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

نئی بکواس۔ فیاض برا سا منہ بنا کر بولا۔

اس نے کسی بھوکی بلی کی طرح مجھ پر حملہ کیا تھا اور نوچ کھسوٹ کر چلتی بنی تھی۔

خیر تم کرتے رہو بکواس۔ یقین کسے آئے گا۔ مگر تمہاری اس حرکت سے میں دشواری میں پڑ گیا ہوں۔

یعنی؟۔

ابھی ابھی خان دلاور نے مہمانوں سے درخواست کی ہے کہ وہ رخصت ہو جائیں کیونکہ اب وہ کسی نئے صدمے سے دوچار نہیں ہونا چاہتا تھا۔

تو کل صبح یہ سب چلے جائیں گے؟۔

قطعی طور پر۔۔۔ ظاہر ہے کہ درخواست خان کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ فیاض نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی یہ تو بہت برا ہوا۔۔۔۔۔۔۔ اس نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ دو ایک دن ان مہمانوں کو وہاں مزید روکنا چاہتا تھا کیونکہ ٹرانسمیٹر نے وہاں کسی ایسے آدمی کی موجودگی ثابت کر دی تھی جو چنگیزی کے قصے سے کسی نہ کسی طرح متعلق تھا۔ یہاں سے شہر پہنچ جانے کے بعد اسے یقینی طور پر بہت زیادہ تگ و دو کرنی پڑتی۔

تم انہیں روک سکتے ہو سوپر فیاض؟۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

ناممکن۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے اور دلاور کے درمیان بدمزگی ہو جائے۔

امے۔۔۔۔ تم پولیس آفیسر ہو یا شیخ تجمل حسین؟۔

کچھ بھی ہو۔۔۔۔۔۔ فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔ میرے بس سے باہر ہے۔ میں خان دلاور کو بور نہیں کرنا چاہتا۔۔۔۔۔ آہا ٹھہرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آ گئی ہے۔ مگر پہلے تم۔۔۔۔ اس خط کا معاملہ صاف کرنے کی کوشش کرو۔ جو تمہیں چنگیزی کے کمرے میں ملا تھا۔

تم ہی صاف کرنے کی کوشش کرو سوپر فیاض۔ کیونکہ وہ خط سب سے پہلے تمہیں ملا تھا۔

مقصد یہ تھا کہ میں اپنے کمرے میں چلا جاوں۔۔۔۔ کیوں؟۔

ہاں، غالبامیں نے یہی سوچا تھا۔

پھر؟۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ کیا ہال میں میری موجودگی اسے مرنے سے بچالیتی؟۔

فیاض نے عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی قسم کی کوئی چیز ہوسکتی تھی ورنہ تمہیں ہال سے الگ رہنے کا کیا فائدہ؟۔

وہ کمرے سے ہال میں پہنچ کر مرا تھا۔ فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ تمہارا خیال صحیح ہے۔ شاید میں اسے بچا ہی لیتا۔ اوہ میرے خدا اگر اس حادثے میں کسی آدمی کا ہاتھ تھا تو وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔۔۔۔۔۔ بہت کچھ عمران اسی لیے اس نے مجھے ہال سے الگ رکھنے کی کوشش کی تھی۔

بہت اچھے جارہے ہو سوپر فیاض۔ عمران نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

جانتے ہو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کیا کہتی ہے۔۔۔۔۔؟ فیاض کا لہجہ فخر سے لبریز تھا۔

عمران نے نفی میں سر ہلا دیا۔

رپورٹ کہتی ہے کہ وہ الیکٹرک شاک سے مرا ہے۔

نہیں۔ عمران کی آنکھیں سچ مچ حیرت سے پھیل گئیں۔

الیکٹرک شاک۔۔۔۔۔۔ ہاں شائد مجرم جانتا تھا کہ علامات سے اندازہ کرلوں گا کہ وہ بجلی کا شکار ہوا ہے۔۔۔۔۔۔ پھر تھوڑی سی ضروری تدابیر اسے موت سے بچالیتیں۔ جو شخص

الیکٹرک شاک لگنے کے بعد ذرا سی دیر بھی زندہ رہ سکے اسے بچالیا جا سکتا ہے۔

شائد میں نے بھی چوتھی جماعت میں یہی پڑھا تھا۔ عمران نے سر ہلا کر اس کے بیان کی تصدیق کی۔

بکواس مت کرو۔ میں نے اس موضوع پر ریسرچ کی ہے۔ فیاض اکڑ کر بولا۔

لیکن سوپر فیاض، یہ چوتھی لکیر کیا بلا تھی؟۔ عمران نے خشک لہجے میں پوچھا۔

ہوسکتا ہے کہ اس نے چوتھی لکیر کی بجائے کچھ اور کہا ہو، سننے والے نہ سمجھ سکے ہوں۔

اور وہ تین لکیریں سوپر فیاض جو اس کے کمرے کی دیوار پر ملی تھیں؟۔

تم خواہ مخواہ لکیریں پیٹ رہے ہو۔ فیاض نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ اپنی وہی کھوپڑی استعمال کرو جو پہلے بہت تیز چلا کرتی تھی۔

ناریل کے تیل نے اسے تباہ کردیا سوپر۔ فیاض مغموم لہجے میں بولا۔۔۔۔۔۔ لیکن تم لکیروں کے بارے میں سنجیدہ کیوں نہیں ہو؟۔

کیونکہ وہ محض چوتھی لکیر کی بنا پر اس کے مرجانے کے بعد وجود میں آئی تھیں۔۔۔۔۔۔ چنگیزی ہال کے ایک دروازے کے پردے سے الجھ کر گرا تھا اور اس کا سراسی پردے میں لپٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی وہ کچھ کہہ رہا تھا جیسے چوتھی لکیر سمجھا گیا۔ مجرم یہیں موجود تھا اس نے سوچا سنسنی پھیلانے اور پولیس کو گمراہ کرنے کے لیے ایک اسٹنٹ اور سہی۔

مجرم کی بات کیوں سوچ رہے ہو۔ ہوسکتا ہے اس کی ہی کسی غلطی کی بنا پر الیکٹرک شاک لگا ہو؟۔

اس خط کو بھی ذہن میں رکھو۔ جو میری جیب سے گزر کر اس کے کمرے میں پہنچا تھا؟۔

اگر وہ عمران کی حرکت رہی ہو تو؟۔ عمران نے اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

اس صورت میں عمران کو گولی ماردی جائے گی۔ فیاض کا لہجہ تلخ تھا۔

عمران احمقانہ انداز میں ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔ اچھی بات ہے سوپر فیاض۔ پہلے مجھے وہ بندوق تو تلاش کر لینے دو جس سے افیون کی گولی نکلتی ہے۔

اوہ ختم کرو۔ فیاض میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت تم نے یہ ہنگامہ کیوں برپا کیا تھا؟۔

دل ہی تو ہے۔ اب مجھے بور نہ کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نیند آرہی ہے۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ عمران نے ہانک لگائی۔

آجاو۔

اور نجیب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا پہلے تو اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ کیا آپ اس وقت مسز چنگیزی سے ملنا پسند کریں گے؟۔

کیوں؟ کیا بات ہے؟۔ فیاض نے اپنے لہجے میں بھاری پن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ اسی وقت آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔

چلئے۔۔۔۔ فیاض اٹھ گیا۔ اس کے ساتھ عمران بھی اٹھ گیا۔ لیکن نہ جانے کیوں نجیب کی پیشانی پر سلوٹیں نظر آنے لگیں۔

اس نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا آپ بھی۔۔۔۔۔۔۔۔؟

فیاض عمران کی طرف مڑا اور عمران گڑگڑانے لگا۔ خدا کے لیے کپتان صاحب مجھے تنہا نہ چھوڑیئے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ میں آج رات تنہا نہیں رہ سکتا۔

چلئے۔۔۔۔ آیئے۔۔۔۔۔ شاید آج آپ میرے ہی کمرے میں ڈیرہ جمائیں گے۔ فیاض نے کہا۔

نجیب اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔

پھر وہ کمرے سے نکلے ہی تھے کہ خان دلاور کے سیکرٹری نے مسز چنگیزی کے اچانک بے ہوش ہوجانے کی اطلاع دی۔

ارے باپ رے۔ عمران بڑبڑایا۔۔۔۔۔ اب میں کہاں جاوں، پتہ نہیں کب اس بھوت خانے سے چھٹکارا نصیب ہوگا۔

آپ کو کس نے روکا ہے جناب؟۔ نجیب بول پڑا۔ اور فیاض نے اسے اس طرح گھور کر دیکھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ دلاور کے سیکرٹری ضغیم نے یہ بھی بتایا کہ خان دلاور مسز چنگیزی کے کمرے میں موجود ہے۔ یہ ضغیم بڑا خوش شکل اور خوش لباس نوجوان تھا۔ صحت بھی

اچھی تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ دلاور اسے اپنے سارے آدمیوں پر فوقیت دیتا ہے۔

آپ ان کے کمرے سے کب آئے ہیں؟۔ فیاض نے نجیب سے پوچھا۔

مشکل سے پانچ منٹ یا چھ منٹ گزرے ہوں گے۔ مگر ان کی حالت سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قسم کی کمزوری محسوس کررہی ہیں۔ اب اس طرح بے ہوش ہوجانا میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔

جو سمجھ میں نہ آئے اسے فوراً ذہن سے دھکا دیجئے۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ اور نجیب کا موڈ پھر بگڑ گیا۔۔۔۔۔ مگر کچھ بولا نہیں۔

ان کے کمرے میں اور کون تھا؟۔ فیاض نے نجیب سے پوچھا۔

جب میں آپکے پاس آیا ہوں س وقت تو کوئی بھی نہیں تھا۔

خان دلاور بعد ہی میں آئے ہوں گے۔ میں نے مسز چنگیزی کو تنہا چھوڑا تھا۔

دفعتاً عمران نے محسوس کیا کہ دلاور کا سیکرٹری ضغیم نجیب کو خونخوار نظروں سے گھور رہا ہے۔

لیکن بظاہر عمران نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ وہ اپنا بے تعلقانہ انداز برقرار رکھنا چاہتا تھا۔

پھر وہ مسز چنگیزی کے کمرے کی طرف آئے دروازہ کھلا ہوا تھا اور خان دلاور دروازے ہی پر موجود تھا۔ ان کی آمد پر اس نے مڑ کر کمرے کے اندر دیکھا۔ مسز چنگیزی مسہری پر پڑی تھی۔

میں جب یہاں آیا تو دروازہ اسی طرح کھلا ہوا تھا۔ خان دلاور نے کہا۔

فیاض کمرے میں داخل ہوتا ہوا بڑبڑایا۔ اب کوئی نئی مصیبت۔

پھر نجیب کی طرف مڑ کر پوچھا۔

کیا آپ نے دروازہ بند کیا تھا؟۔

اوہ۔۔۔۔ یہ تو مجھے یاد نہیں کہ میں نے دروازہ بند کیا تھا یا کھلا چھوڑ گیا تھا۔ مگر یہ مسہری پر نہیں اس آرام کرسی پر تھیں۔

بے ہوش ہونے سے پہلے لیٹ جانا بہت ضروری ہوتا ہے نقیب۔ عمران نے کہا۔

میرا نام نجیب ہے۔ وہ دانت پیس کر بولا۔ اور پھر بے ہوش عورت کی طرف متوجہ ہوگیا۔

عمران بنظر غائر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کی نظر مسہری کے نیچے پڑی ہوئی انجکشن لگانے والی سرنج پر پڑی۔ لیکن اس نے بڑی تیزی سے اس پر سے نظر ہٹالی۔ اب وہ احمقانہ انداز میں فیاض کی شکل دیکھ رہا تھا۔

پھر فیاض نے بھی کسی نہ کسی طرح اسے دیکھ ہی لیا اور وہ ڈاکٹر جبین کی سرنج ثابت ہوئی۔ خود ڈاکٹر جبین نے اس کا اعتراف کیا۔ لیکن یہ نہ بتا سکی کہ وہاں اس کا پایا جانا کیا معنی رکھتا ہے۔

فیاض نے سرنج پر قبضہ کرلیا اس میں کسی سیال کی قلیل مقدار اب بھی موجود تھی۔

ڈاکٹر جبین نے پریشان ہوکر اتنا ضرور کہا تھا کہ اب کوئی اسے پھنسانے کی کوشش کررہا

ہے۔ عمران نے اس موقع پر رائے زنی نہیں کی۔ وہ اس مسئلے پر کچھ سوچ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے ذہن میں تو صرف دو ہی چیزیں تھیں چوتھی لکیر اور الیکٹرک شاک۔

اس کا ذہن متواتر چوتھی لکیر اور الیکٹرک شاک کی گردان کئے جا رہا تھا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے چوتھی لکیر اور الیکٹرک شاک کے متعلق پہلے بھی کہیں کچھ سنا یا پڑھا ہو۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی وقت شہر واپس جائے گا۔

☆

وہ کیپٹن فیاض کو الجھن میں چھوڑ گیا۔ اس نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی مگر کون سنتا ہے۔ بس فیاض اپنی بوٹیاں نوچتا رہ گیا۔

مسز چنگیزی اب بھی بے ہوش تھی اور فیاض ڈاکٹر جبین سے سرنج کے متعلق بہتیرے سوالات کر چکا تھا۔

لیکن وہ اس سے زیادہ نہیں معلوم کر سکا کہ سیرنج وہاں ڈاکٹر جبین کی لاعلمی میں پہنچی تھی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ نجیب بڑبڑایا۔

کچھ بھی نہیں معاملہ صاف ظاہر ہے۔ مسٹر چنگیزی کی موت قدرتی نہیں تھی۔ ان کی موت کے بعد مسز چنگیزی ذہنی طور پر بیکار ہوگئی تھی۔ ان سے کسی قسم کی بھی گفتگو نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکی۔ پھر وہ اس ذہنی دورے سے گزر گئیں اور کسی نے سوچا کہ اب وہ مطلب کی گفتگو کر سکیں گی۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی بات کہہ جائیں جو کسی کو پھانسی کے تختے تک پہنچا دے۔

تو کیا ڈاکٹر جبین؟۔

نہیں، وہ اتنی احمق نہیں ہوسکتی کہ اپنی سرنج وہاں چھوڑ جاتی۔

فیاض نے کہا تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور پھر مسکرا کر بولا۔ اب اس معاملے کو پیچیدہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

فیاض کی مسکراہٹ معنی خیز تھی اور وہ نجیب کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ نجیب سٹپٹا گیا لیکن فوراً ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور اس نے کہا۔ تب تو یہ حرکت میں نے ہی کی ہوگی؟۔

کیا مطلب؟۔ فیاض کی بھنویں تن گئیں اسے شبہ ہوا تھا کہ شاید وہ اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔

جبین کے متعلق آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ خان دلاور کا بھی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ جبین ہی والی منطق یہاں بھی موجود ہے۔ جبین اتنی احمق نہیں ہوسکتی کہ وہاں سرنج چھوڑ جاتی اور خان دلاور بھلا ایسی حرکت کیسے کر سکتا تھا کہ اسے مدعو کر کے اپنے ہی گھر میں ختم کر دیتا جب کہ ختم کرنے کے لیے اسے اس سے بھی بہتر مواقع ہاتھ آ سکتے تھے۔۔۔۔۔۔ بس تو پھر

جب بیگم چنگیزی نے خیال ظاہر کیا کہ وہ آپ سے گفتگو کریں گی تو میں نے ----------۔ شکریہ۔ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو اس مسلے پر بحث کی دعوت نہیں دی۔

☆

دوسرے دن عمران نے اپنے فلیٹ سے جولیا کو فون کیا۔

دوسری طرف تازہ ترین اطلاعات تیار تھیں۔ جولیا نے اسے بتایا کہ مسز چنگیزی اپنی شہری قیام گاہ میں واپس آ گئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت ڈاکٹر جبین بھی ہے اور ایک مسٹر نجیب۔

یہ دونوں اسی کی قیام گاہ پر ہیں؟۔ عمران نے پوچھا۔

ہاں ---------۔ مگر تم اس چکر میں کیوں پڑ گئے۔ کیا اس کیس کا تعلق ہمارے محکمے سے ہے؟۔

نہیں آج کل تمہارا چوہا مجھ پر زیادہ مہربان ہو گیا ہے۔

کیا مطلب؟۔

مسلسل زور دے رہا ہے کہ میں شادی کر لوں۔

بکواس، میں اس کیس کے متعلق گفتگو کر رہی تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ یہ ابھی تک کیس بن ہی نہیں سکا ہے۔

تم جھک مار رہے ہو؟۔

جب مکھیاں نہیں ملتیں تو میں جھک ہی مارتا ہوں شغل کے طور پر کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے۔ ویسے آج شام کی تفریح کے متعلق کیا کہتی ہو؟۔

آہا ----۔ کیا آج کل تمہیں ہری گھاس نصیب ہو رہی ہے۔ جولیا ہنس پڑی۔

بے تحاشہ ----۔ مگر شام کی تفریح؟۔

قصہ کیا ہے؟۔

بس ایک جگہ چلیں گے ----۔ میرا ذمہ ہے کہ تم بور نہیں ہو گی۔

تھوڑے توقف کے ساتھ جولیا نے کہا۔ اچھی بات ہے لیکن تم ٹکنی کلر سوٹ میں نہیں ہو گے۔

بہترین ایوننگ سوٹ میں۔ عمران نے اسے یقین دلایا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پھر شام کو پانچ بجے جولیا عمران کی کار میں نظر آئی ----۔ عمران اس وقت وعدے کے مطابق شرافت ہی کے جامے میں تھا اس نے شوخ رنگوں کے کپڑے نہیں پہنے تھے رکھ رکھاؤ سے بھی ایک باسلیقہ آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ جولیا کو اس تبدیلی پر بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن اس نے اس موضوع پر بھی گفتگو نہیں چھیڑی وہ جانتی تھی کہ اکثر

عمران لوگوں کو چڑانے کے لیے آدمیت کے حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔

ہم کہاں چل رہے ہیں؟۔ جولیا نے پوچھا۔

ڈاکٹر سیفی کا نام سنا ہے کبھی؟۔

نہیں، میں اسے نہیں جانتی؟۔

آہا۔۔۔ ابھی پچھلے ہی دونوں کی بات ہے کہ شہر کے سارے اخبارات نے اس میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔۔۔۔ وہ ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب والا قصہ؟۔

اوہ۔۔۔ وہ۔۔۔ کیا تم وہیں جا رہے ہو۔ مگر میں نے تو سنا ہے کہ وہ بہت بد اخلاق آدمی ہے کسی سے ملتا جلتا نہیں۔

اسی لیے تو تمہیں لے جا رہا ہوں۔

کیا مطلب؟۔

مسٹر اور مسز ڈھمپ سے ضرور ملے گا۔ ہاں اگر مسٹر ڈھمپ تنہا آئے ہوتے تو دوسری بات تھی۔ وہ شاید ان کا کارڈ بھی دیکھنا پسند نہ کرتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔۔ ارے تم منہ کیوں بنا رہی ہو۔ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو اس لیے میرا خیال ہے کہ ہم اس کی کوٹھی میں داخل ہو سکیں گے۔

مجھے اتار دو۔ جولیا غرائی۔

اگر اس نے تمہیں فرائینگ پین میں تل کر کھانے کی کوشش کی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔

وعدہ کرتا ہوں دوسری صورت میں شائد تمہیں ایکس ٹو کے عتاب کا شکار بننا پڑے یہ اسی کی ہدایت ہے۔۔۔۔۔۔ کہ میں ڈاکٹر سیفی سے ملوں۔

میں سمجھتی ہوں۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ یہ غالباً چنگیزی ہی کے سلسلے کی کوئی کڑی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے کل رات مجھے ٹرانسمیٹر پر کاشن کیوں دیا تھا؟۔

آہاں۔ خوب یاد آیا۔۔۔۔۔۔ کیا تم نے اس کاشن کے علاوہ بھی کچھ اور سنا تھا؟۔

نہیں کچھ بھی نہیں۔ لیکن تمہاری آواز عجیب سی لگتی تھی۔ مگر تم نے گفتگو سے روکا کیوں تھا؟۔

قریب ہی دو بلیاں لڑ رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہیں تم انکی آوں میاں سے بور نہ ہو جاو۔

بکواس، پھر تم نے مسز چنگیزی اور اس کے ملنے جلنے والوں سے متعلق بھی کچھ نہیں پوچھا؟۔

اب ضرورت نہیں۔ کیس کے متعلق ایکس ٹو نے اپنے نظریات بدل دیئے ہیں۔ عمران نے لاپرواہی سے کہا اور پھر مسکرا کر بولا۔

میں نے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ تم آج کل واقعی بہت اچھی لگتی ہو۔

بے تکی باتیں مت کرو۔ تم اکثر بہت تکلیف دہ ہو جاتے ہو۔

ممی بھی یہی کہتی ہیں۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

ممی کے بچے خاموش ہی رہا کرو تو بہتر ہے۔ جولیا نے غصیلی لہجے میں کہا۔

عمران نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر کار ایک عمارت کے پھاٹک میں موڑ دی ۔۔۔۔یہی ڈاکٹر سیفی کی کوٹھی تھی۔ پائیں باغ ویران پڑا تھا کہیں کہیں خود جھاڑیوں کی ہریالی نظر آرہی تھی۔

اس نے کار پورچ میں کھڑی کر دی اور دونوں نیچے اتر آئے۔ برآمدے میں بھی کوئی نہیں تھا۔ سارے دروازے بند نظر آرہے تھے۔

میرا خیال ہے کہ اس عمارت میں کوئی نہیں رہتا۔ جولیا پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

پرواہ مت کرو۔ عمران نے خوشدلی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے دوسروں سے سنا ہے کہ تم بہت خوبصورت ہو اپنی ذاتی رائے نہیں رکھتا۔

میں تمہاری ناک توڑ دوں گی۔ جولیا پھر گئی۔

عمران سوئچ بورڈ پر گھنٹی کا بٹن دبانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اندر قدموں کی آہٹ ہوئی اور صدر دروازہ کھلا۔۔۔۔ ایک بہت دبلا پتلا اور مجہول سا آدمی باہر آیا۔ اس کی عمر پچاس اور ساتھ کے درمیان رہی ہوگی۔ شیو بڑھا ہوا تھا سر کے بال الجھے ہوئے تھے اور بال بالکل خشک تھے آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔

ہم ڈاکٹر سیفی سے ملنا چاہتے ہیں؟۔ عمران نے کہا۔

کارڈ۔۔۔۔۔۔؟ اس نے خشک لہجے میں مطالبہ کیا۔

اوہ کارڈ۔۔۔۔ عمران جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر چہرے پر خفت کے آثار پیدا کر کے بولا۔

کارڈ تو ہم بھول آئے بہر حال تم مسٹر اور مسز ڈھمپ کے نام کا اعلان کر سکتے ہو۔ ہم دراصل ڈاکٹر کی لائبریری دیکھنا چاہتے ہیں۔

:اس سے پہلے بھی کبھی آپ ڈاکٹر سے مل چکے ہیں؟۔

کبھی نہیں۔ پہلا اتفاق ہے۔

ٹھہرئیے۔۔۔۔۔۔۔ وہ دروازہ بند کر کے واپس چلا گیا۔

اگر اس عمارت میں کوئی رہتا بھی ہے تو وہ یقیناً بھوت ہوگا۔ جولیا نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا، شاید اس کے کان آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد پھر وہی دروازہ کھلا اور وہی آدمی ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ تشریف لے چلئے جناب۔

نہ جانے کیوں جولیا اندر قدم رکھتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ عمران نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ چلو۔

وہ آدمی ان کی راہبری کر رہا تھا آخر اس نے ایک جگہ رک کر ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ عمران اور جولیا اس میں داخل ہوئے۔ وہ انہیں سیدھا لائبریری ہی میں لایا تھا۔ یہ ایک خاصا بڑا ہال تھا۔ چاروں طرف بے شمار بڑی بڑی الماریاں کتابوں سے بھری نظر آرہی تھیں۔

واہ۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ کتنی شاندار لائبریری ہے۔

پھر بوڑھے کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ ڈاکٹر کہاں ہیں؟۔

بہت بڑی آنکھ چاہیئے، ڈاکٹر کو دیکھنے کے لیے۔ اس نے کہا۔

افسوس۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہم بیل کے دیدے فٹ کرا کے نہیں آئے۔۔۔۔۔۔۔ آئندہ سہی۔

لیکن وہ یک بیک چونک پڑا اور ایک پل کے لیے اس کی آنکھوں میں حیرت کی لہر نظر آئی اور پھر پہلے ہی کی طرح احمق دکھائی دینے لگا۔

بوڑھا جولیا کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے تلے بغیر ہی کھا جائے گا۔ نہ جانے جالیا کو کیا سوجھی کہ وہ بھی اسے کسی بھوکی شیرنی کی طرح گھورنے لگی۔

اچانک بوڑھا ہنس پڑا اور جولیا کا داہنا ہاتھ بے اختیار ہینڈ بیگ میں چلا گیا۔

اوہم۔۔۔۔ عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں جولیا کا شانہ تھپتھپا کر بولا۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے یہ ڈاکٹر سیفی ہی معلوم ہوتے ہیں۔

ہاہا۔ بوڑھے نے پھر قہقہہ لگایا اور دیوانوں کے انداز میں بولا۔ تم دونوں مسٹر اینڈ مسز ڈھمپ ہونے کے باوجود بھی اچھے لگ رہے ہو۔

ہے نا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہلو۔۔۔ ڈاکٹر۔ عمران آگے بڑھ کر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ سب سے پہلے تو میں وہ ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب دیکھوں گا جو کیلے کے پتوں پر تحریر کی گئی تھی۔

بھوج پتر کہتے ہیں اسے، کیلے کے پتہ پر نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ آو۔۔۔۔۔۔۔ تم دونوں آو۔۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں دکھاوں۔۔۔ حالانکہ اسے دیکھنے کے لیے روزانہ درجنوں آتے ہیں لیکن کسی کو بھی رسائی اس تک نہیں ہوتی۔ تم دونوں خوش قسمت ہو مسز ڈھمپ مجھے سوئیس معلوم ہوتی ہیں؟۔

اوہ ڈاکٹر۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ قیافے کے بھی بادشاہ ہیں۔ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

مگر تم دیسی ہی ہو۔ حالانکہ اپنے لہجے میں اجنبیت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اوہو۔۔۔۔۔۔۔ نہیں، میں ہرگز نہیں پوچھونگا کہ ایسا کیوں ہے۔

انہوں نے ڈیڑھ ہزار پرانی کتاب دیکھی جو بھوج پتر پر لکھی گئی تھی۔

جولیا متحیر تھی کہ آخر عمران یہاں کیوں آیا ہے۔ عمران جو ڈاکٹر کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا دفعتا موضوع بدل کر بولا میرے ایک دوست کو مچھلیاں پالنے کا شوق ہے۔

تو پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟۔ ڈاکٹر نے حیرت سے کہا۔

لاحول ولا۔۔۔۔۔ شاید میں اونگھ رہا ہوں۔ عمران اپنی آنکھ ملتا ہوا بولا۔ میں دراصل کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ ہاں ڈاکٹر شاید انیسویں صدی کے اوائل میں ایک جرمن محقق شوبرٹ نے تحیي کی کتاب پر تبصرہ لکھا تھا۔ میرا خیال ہے اس کا پہلا ایڈیشن آپ کے پاس بھی نہ ہوگا۔ اس شہر میں تو کسی کے پاس نہیں ہے؟۔

کیا کہا۔ میرے پاس بھی نہ ہوگا؟۔ ڈاکٹر کے لہجے میں غصہ بھی تھا اور حیرت بھی تھی۔

آہا۔۔۔۔۔۔ اگر آپ کے پاس ہے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ واقعی بہت بڑے آدمی ہیں۔

ٹھہرو۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ڈاکٹر نے ایک الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ پھر کر کر عمران کی طرف مڑا اور مسکرا کر بولا۔ کیا تم میری یاداشت کو بھی داد نہیں دو گے۔

میں جانتا ہوں کہ ان ہزاروں کتابوں میں سے کونسی کتاب کہاں ملے گی۔۔۔۔۔۔ آہا کیا مسسز ڈھمپ کو بولنا نہیں آتا؟۔

میں خوب بولتی ہوں ڈاکٹر۔ مگر فی الحال تم وہ کتاب تلاش کرو۔

ابھی لو۔۔۔۔۔۔ سیکنڈ کے سیکنڈ لگیں گے۔ ڈاکٹر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا اور عمران جولیا کو آنکھ مار کر مسکرایا اور جولیا اسے گھونسہ دکھانے لگی۔

ڈاکٹر جلد ہی ایک کتاب ہاتھ میں دبائے ہوئے واپس آ گیا۔ عمران نے اسے لیتے وقت ایک طویل سانس لی اور بولا۔ اچھا ڈاکٹر اب آپ دونوں ذرا دیر مچھلیوں کی اقسام پر گفتگو کیجیئے۔ میں اس کتاب پر ایک نظر ڈالوں گا۔

میں نہیں سمجھ سکتا آخر تم پر مچھلیاں کیوں سوار ہیں؟۔

کچی مچھلیاں چبانا ان کی ہوبی ہے۔ جولیا مسکرا کر بولی۔

عمران کتاب سنبھال کر ایک کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

تمہیں کتابوں سے دلچسپی نہیں ہے؟۔ ڈاکٹر نے جولیا سے پوچھا۔

قطعی نہیں۔ میرا بس چلے تو دنیا بھر کی لائبریری میں آگ لگا دوں۔

اتنی بیدردی سے اس کا تذکرہ نہ کرو۔ ڈاکٹر نے سسکاری سی لی۔

کیا ہوتا ہے کتابوں میں۔۔۔۔۔۔۔۔ ناکارہ لوگوں کی ناکارہ باتیں جو ایک گوشے میں پڑے قلم گھسا کرتے ہیں۔

اگر یہ ناکارہ لوگ نہ ہوتے تو سورج سیاہ ہو جاتا اور چاند سے آگ برستی، تارے چنگاریوں کی پھوار چھوڑتے۔

تم تو شاعری کرنے لگے ڈاکٹر۔ جولیا ہنس پڑی۔

دفعتاً عمران اٹھ کر ان کے قریب آ گیا۔

یہ کتاب تو نامکمل ہے۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر؟۔ اس نے کہا۔

کیا بکواس کرتے ہو؟۔

پورے آٹھ صفحات غائب ہیں۔

نہیں۔ ڈاکٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بہت زیادہ متحیر نظر آ رہا تھا۔

عمران نے کتاب اسے دکھائی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ درمیان کے اوراق پھاڑ گئے ہیں۔

میرے خدا۔ ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ یہ کیونکر ہوا۔۔۔۔۔۔ ارے یہ کتاب کا

پہلا ایڈیشن تھا۔ بڑی دقتوں سے یہ مجھے ڈھائی ہزار میں ملی تھی۔

اکثر لوگ آپ کی لائبریری دیکھنے کے لیے آتے رہتے ہوں گے؟۔ عمران نے پوچھا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں اب آپ سے اجازت چاہوں گا۔ ڈاکٹر نے گلوگیر آواز میں کہا۔ اس نقصان پر میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔

ان آٹھ صفحوں میں کیا تھا ڈاکٹر؟۔ عمران نے پوچھا۔

ارے کیا میں ان ہزاروں کتابوں کا حافظ ہوں؟۔ ڈاکٹر جھلا کر چیخ اٹھا۔

آ و۔۔۔۔۔ چلیں ڈیئر ۔۔۔۔۔ عمران نے جولیا سے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ ڈاکٹر انہیں رخصت کرنے کے لیے صدر دروازے تک نہیں آیا تھا۔

پتہ نہیں تم کس لیے آئے تھے اور کیا کر کے جا رہے ہو؟۔ جولیا نے کہا۔

کیا بتاوں جو صفحے میرے کام کے تھے وہی غائب تھے۔ پھر میں کیوں نہ یقین کر لوں کہ میں نے غلط راستہ نہیں اختیار کیا۔

تمھیں کیا دیکھنا تھا۔۔۔۔۔۔؟ جولیا نے پوچھا۔ لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ کار کمپاونڈ سے باہر نکل رہی تھی۔

اچانک عمران نے پورے بریک لگائے۔ گاڑی چرچراہٹ کے ساتھ رک گئی۔ اگر اس طرح بریک نہ لگاتا تو اس آدمی کا کار کی لپیٹ میں آ جانا یقینی تھا۔ جو بائیں طرف سے غیر متوقع طور پر سامنے آ گیا تھا۔

آہام ۔۔۔۔۔ عمران نے پلکیں جھپکائیں ۔۔۔۔۔ کیونکہ یہاں اس وقت اس آدمی کی موجودگی بھی غیر متوقع تھی۔ عمران سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں ڈاکٹر سیفی کی کوٹھی کے پاس نجیب سے اس طرح ملاقات ہو جائے گی۔ نجیب جس پر عمران کسی حد تک شبہ کر رہا تھا۔

آپ نے ختم ہی کر دیا تھا مسٹر۔ نجیب زبردستی مسکرایا۔

اوہو۔۔۔۔ مسٹر رقیب۔ عمران خوش ہو کر بولا۔

نجیب، یہ بہت بری بات ہے کہ آپ میرا نام بھول جاتے ہیں۔ اس نے کہا اور کنکھیوں سے جولیا کو دیکھتا ہوا بولا۔ مجھے حیرت ہے کہ بیگم صاحبہ ساتھ نہیں ہیں۔

عمران انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔۔۔۔۔ اور آہستہ سے بولا۔ یہ بھی بیگم ہی تو ہیں۔ ساڑھے سات بیویاں رکھتا ہوں جناب۔

ساڑھے سات کیا بات ہوئی؟۔

سات لمبی ہیں اور ایک ساڑھے چار فٹ سے زیادہ اونچی نہیں ہے۔ پھر آپ کیا کہیں گے۔۔۔۔۔ دنیا آٹھ کہے گی مگر میں تو نہیں کہہ سکتا۔

خیر۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ نجیب ہنستا ہوا بولا۔ آپ یہاں کہاں؟۔

بھوس پتر پر لکھی ہوئی کتاب دیکھنے آئے تھے۔

خدا کی پناہ آپ کتنا بھولے ہیں جناب، بھوس نہیں بھوج پتر۔

ہاں ہاں۔۔۔۔۔ کیا آپ بھی وہی دیکھنے آئے تھے۔

نہیں، میری ہزاروں بار کی دیکھی ہوئی ہے۔ ویسے میں پروفیسر ہی کے پاس جا رہا تھا۔ اس کی لائبریری میں بڑا سکون ملتا ہے۔ میری ہزاروں بار کی دیکھی ہوئی ہے۔ میں یہاں اکثر آتا ہوں۔

مگر وہ تو بڑا بد دماغ آدمی ثابت ہوا۔۔۔۔۔ عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔لیکن پڑوسیوں کے ساتھ اس کا برتاؤ برا نہیں ہے۔

نجیب مسکرا کر بولا۔ میں بھی ڈاکٹر کا پڑوسی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔اس عمارت کے بعد والی عمارت۔۔۔۔۔۔۔۔کبھی ہمارے ساتھ بھی آئیے۔

ضرور۔۔۔۔۔۔۔ضرور۔۔۔۔۔۔۔۔۔عمران اس سے مصافحہ ہے کہ میں بہت حسین ہوں۔ لیکن ابھی تک کسی دوسرے سے اس کی اطلاع نہیں ملی۔

آہا۔۔۔۔ٹھہرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔صرف تین منٹ، میں سامنے والے بوتھ سے ذرا سلیمان کو فون کروں گا۔

ورنہ وہ کم بخت رات کے کھانے میں مونگ کی دال پکا کر رکھ دے گا۔۔۔۔الو کہیں کا ۔۔۔۔۔۔۔۔

عمران نے یہاں صفدر کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر ایکس ٹو کی مخصوص آواز میں بولا۔

ڈاکٹر سیفی کو جانتے ہو؟

ڈاکٹر سیفی جی ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہی جس کے پاس ڈیڑھ ہزار سال پرانی کتاب ہے۔

ہاں وہی۔۔۔۔۔۔۔۔تمہیں اس کی نگرانی کرنی ہے۔

وہ تو گھر سے باہر نکلتا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔میں نے یہی سنا ہے۔

میں نے بھی یہی سنا ہے۔ تم اس کے گھر کی نگرانی کرو، تمہیں اس کے یہاں آنے والوں کی لسٹ مرتب کرنی ہے۔

بہت بہتر جناب۔

ابھی اور اسی وقت روانہ ہو جاو۔ فی الحال ایک آدمی نجیب ڈاکٹر کے مکان میں موجود ہے۔ وہ وہیں پیلے رنگ کی کوٹھی میں رہتا ہے۔ چوہان سے کہو کہ وہ اس کی نگرانی کرے۔

بہت بہتر جناب۔

اوور۔۔۔۔۔عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

جولیا کار میں بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ عمران کار کے قریب پہنچ کر بڑبڑانے لگا۔ میں اسے گولی کیوں نہ ماروں۔

کسے؟۔ جولیا چونک پڑی۔

اسی سلیمان کے بچے کو۔ خواہ مخواہ بحث کرنے لگا۔ کہتا ہے کہ مونگ کی دال پسند کرنے والے لوگ سسرال میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

تم نے اس نوکر کو بھی بہت سر چڑھایا ہے۔ جولیا برا سا منہ بنا کر بولی۔

ہا۔۔۔آ۔۔۔ونولیا۔۔۔موری جولیا۔۔۔۔کاش تم ایک شعر کی داد دے سکو۔

دودن کی یہ محفل ساقی رندوں سے ہنس بول کے کاٹ
ہم بھی راہ لگیں گے اپنی تیرا ہمارا ناتا کیا۔

اب یہی دیکھو کہ یہ لفظ ناتا ہے لیکن اردو کا کوئی منشی فاضل کاتب اسے نانا بھی بنا سکتا ہے۔

پتہ نہیں کیا بکواس شروع کردی تم نے۔ ارے اف فوہ۔ تم دراصل مجھے باتوں میں ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ بتاو یہ کیا قصہ ہے؟۔

اچھی بات ہے سنو۔ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ تم اس سلسلے میں کافی کام کرسکتی تھیں مگر افسوس کہ اس وقت اس آدمی نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا۔ یہ مسٹر چنگیزی کے دوستوں میں سے ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ تم مسز چنگیزی سے رسم وراہ پیدا کرو گی۔

چنگیزی کی موت سے ڈاکٹر سیفی کا کیا تعلق ہے؟۔

کچھ بھی نہیں۔

پھر یہاں کیوں آئے تھے؟۔

ٹھہرو۔ تمہیں چنگیزی کے قتل کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم۔ میں اسے قتل ہی کہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ خود اپنی موت کا ذمہ دار نہیں تھا۔

عمران نے شروع سے اب تک کے واقعات دہرائے اور یہ بتایا کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اس کی کیا وجہ تھی۔

تو تم اس آدمی نجیب پر شبہ کر رہے ہو؟۔ جولیا نے کہا۔

ہاں فی الحال میں اسی پر نظر رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

مگر اس قتل کا مقصد کیا ہوسکتا ہے؟۔

اب چنگیزی کی ملکیت اس کی بیوی کے نام منتقل ہوجائے گی کیونکہ اس کا کوئی قریبی عزیز موجود نہیں ہے۔ وہ جوان بھی ہے اور حسین بھی۔ اگر میں اس سے شادی کرلوں تو میری کیا پوزیشن ہوگی؟۔

چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں نہ سڑتے پھرو گے۔ جولیا مسکرائی۔

بس تو پھر کیا قتل کا یہی مقصد نہیں ہوسکتا؟۔

مگر اس کا ہمارے محکمے سے کیا تعلق؟۔

میں تفریحاً اس کیس میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ چونکہ یہ حادثہ میرے ایک دوست کے مکان پر پیش آیا تھا اس لیے میرا فرض ہے کہ میں مجرم یا مجرموں کو پکڑ کر قانون کے حوالے کر دوں۔

ٹھہرو، میری بھی ایک بات سن لو۔

تم ایک نہیں چار سناو، کان دبا کر سنوں گا۔

تم اس ٹرانسمیٹر کے واقعے کو کیوں نظر انداز کر رہے ہو۔ تم نے ٹرانسمیٹر پر دو آدمیوں کی گفتگو سنی تھی۔ لیکن اسے ہمیشہ یاد رکھو کہ اس قسم کے قتل کے سلسلے میں کوئی بھی کسی کو اپنا راز دار نہیں بنا سکتا۔

پھر تم کیا کہنا چاہتی ہو؟۔

ہوسکتا ہے یہ ہمارے ہی محکمے کا کیس ہو؟۔

اچھا اگر وہ الیکٹرک شاک ہی تھا تو تم اسے قتل کیونکر کہہ سکتے ہو؟۔

اس عمارت میں کنسیلڈ وائرنگ کی گئی ہے۔ کسی جگہ بھی تار کھلے ہوئے نہیں ہیں۔۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ سوئچ میں کرنٹ آ جائے۔

پھر؟۔

اس لیے ایکس ٹو نے مجھے ڈاکٹر سیفی کی لائبریری میں بھیجا تھا۔

کیا مطلب؟۔

ایک کتاب اس مسلے پر روشنی ڈال سکتی تھی لیکن افسوس کہ اس میں وہی صفحات غائب تھے، جن سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا تھا۔

اب میں کیا کروں، جب وہ صفحات ہی نہیں ملے وہ سب کچھ انہیں آٹھ صفحات میں تھا۔

کیا تھا؟۔

یہی کہ تاروں کو چھوئے بغیر بھی الیکٹرک شک کیسے لگ سکتا ہے۔

اتنی سی بات کے لیے تم کتابیں کھنگالتے پھر رہے ہو؟۔ جولیا کے لہجے میں حقارت تھی۔

اچھا تم ہی میری مشکل آسان کر دو؟۔ عمران نے بے بسی سے کہا۔

تم نے سائنس میں ڈاکٹریٹ لی تھی؟۔

رشوت دے کر لی تھی۔۔۔۔۔ ورنہ میں تو اس زمانے میں ٹیلر ماسٹر تھا۔

بکواس مت کرو۔۔۔۔۔ کوئی اور ہی بات تھی تم بتانا نہیں چاہتے۔

نہیں ونولیا۔۔ سویٹ۔۔۔۔ وہ ایک ایسے مادے کی کہانی تھی جسے محض انگلی سے مس کرنے کی بنا پر آدمی مر سکتا ہے۔

اوہ۔۔۔۔۔ اور موت کی وجہ برقی رو کا جھٹکا ہوگا؟۔

یقیناً، کم از کم پوسٹ مارٹم تو الیکٹرک شاک ہی کی کہانی سنائے گی۔

کیا وہ کتاب اور کہیں نہ مل سکے گی؟۔

مشکل ہے۔ ایکس ٹو نے بھی محض قیاسانہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ کتاب سیفی کے کتب خانے میں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اسے ہر کتاب کا پہلا ایڈیشن رکھنے کا خبط ہے۔

کیا وہ صفحات صرف پہلے ہی ایڈیشن میں مل سکتے ہیں؟۔

قطعی۔۔۔ بعد کے ایڈیشنوں میں بہتیری چیزیں نہیں آنے پائیں۔ حکومت نے انہیں غیر قانونی قرار دے دیا تھا۔ کیونکہ لوگ ان کا غلط استعمال کر سکتے تھے۔ پہلا ایڈیشن شائع ہونے کے بعد اس کا غلط استعمال بھی ہوا تھا۔ بعض لوگوں نے بالکل اسی طرح کئی جانیں لی

تھیں۔

تمہارا اشارہ چنگیزی کی طرف ہے؟۔ جولیا نے پوچھا۔

ہاں۔۔۔۔ چنگیزی اس مادے کا شکار ہوا ہے جس کا تذکرہ ان صفحات میں تھا۔

ایکس ٹو کتنی پتے کی باتیں بتاتا ہے۔ جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ کار تیزی سے سڑک پر دوڑتی رہی۔

☆

عمران اپنے فلیٹ میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ایکس ٹو کے پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی۔ وہ اس کمرے میں آیا جہاں فون رہتا تھا۔

اٹ از جولیا سر۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

کیا خبر ہے؟۔

صفدر زخمی ہو گیا ہے۔

کس طرح؟۔

وہ سیفی کے مکان کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک اس عمارت میں کسی کے چیخنے کی آوازیں سنیں۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیۓ کہ اسے ایک آدمی نظر آیا جو دوڑتا ہوا عقبی

پارک کی طرف جا رہا تھا۔ صفدر بھی اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔۔۔۔ عقبی پارک سے تھوڑے فاصلہ پر پی روڈ گزرتی ہے۔ وہاں صفدر نے اسے ایک کار میں بیٹھتے دیکھا اور پھر دوڑ کر اپنی موٹر سائیکل تک آیا۔۔۔۔ جب وہ دوبارہ پی روڈ پر پہنچا تو وہ کار بہت دور نکل چکی تھی۔ اس کے عقبی سرخ روشنی نظر آ رہی تھی۔ صفدر نے اس کے پیچھے موٹر سائیکل ڈال دی۔۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔

منظر کشی کی ضرورت نہیں۔ عمران غرایا۔

کار جنگل میں پہنچ کر ایک کچے راستے پر مڑ گئی اور کار سے فائر ہوئے صفدر نے موٹر سائیکل وہیں چھوڑ دی اور پیدل ہی دوڑتا ہوا کار کا تعاقب کرنے لگا۔ زمین ناہموار تھی اسی لیے کار کی رفتار اتنی کم ہو گئی تھی کہ وہ دوڑ کر اس کا تعاقب کر سکتا تھا۔۔ کار سے فائر ہو رہے تھے اور صفدر خود کو بچاتا ہوا تعاقب کرتا رہا۔ پھر وہ کار ایک چھوٹے سے کچے مکان کے سامنے رک گئی اور پھر اسے اندھیرے میں کچھ نہیں دکھائی دیا۔

ختم کرو۔ عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ صفدر اس وقت کہاں ہے؟۔

اسی گردونواح میں جہاں وہ زخمی ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر یہ اطلاع مجھے دی ہے۔ اور اس نے وہ نشانات بتائے ہیں جن کی بنا پر اس تک پہنچنا ممکن ہے۔

جلدی کرو جولیا۔ نشانات بتاؤ؟۔

جولیا بولتی رہی اور عمران کاغذ پر آڑی ترچھی لکیریں دائرے کراس اور مثلث بناتا رہا۔

پھر بولا۔

تمہیں یقین ہے کہ تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی؟۔

میں نے اس کی نشاندہی کے مطابق آپ کے قاعدے سے نقشہ بنایا تھا۔

نقشہ دہراو؟۔

کراس۔۔۔۔۔لائین مغرب کی طرف۔۔۔۔۔۔۔دائرہ۔۔۔۔۔۔۔۔پھر لائین جنوب مغرب کی طرف۔۔۔۔۔۔دو مثلث۔۔۔۔۔۔۔تین کراس۔۔۔۔۔۔پھر لائین شمال کی جانب۔۔۔۔دائرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔لائین شمال مشرق۔۔۔۔دو دائرے اور ایک مربع۔

ٹھیک ہے۔ اسے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دو۔ وہ اس مکان پر نظر رکھے۔۔۔۔عمران پہنچ رہا ہے۔ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اس نے سیٹنگ روم میں آ کر کیپٹن فیاض کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے اتفاق سے وہ گھر ہی پر مل گیا۔

سوپر۔۔۔۔میں عمران ہوں، ڈاکٹر سیفی کو جانتے ہو نا۔۔۔۔۔وہی ڈیڑھ ہزار کی پرانی کتاب والا۔۔۔۔۔۔۔دیکھو اسے کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ فوراً اس کی کوٹھی پر پہنچو۔ اور تم نجیب کو سختی سے چیک کر سکتے ہو جو اس کے قریب ہی زرد رنگ کی کوٹھی میں رہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیر نہ کرنا۔۔۔۔یہ چنگیزی ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہو سکتی ہے۔ تفصیل میں جانے کا وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔میں رات ہی کو کسی وقت تم سے ملوں گا۔

عمران نے فیاض کا جواب سنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔ اور پانچ منٹ کے اندر ہی اندر اس کی کار شہر کی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جنگل کی ایک سنسان روشنی میں نہا گئی۔

وہ دیوانوں کی طرح ڈرائیو کر رہا تھا اسپیڈ میٹر کی سوئی اسی اور نوے کے درمیان جھول رہی تھی۔ اچانک ایک جگہ اس نے رفتار سست کر دی۔ اور پھر گاڑی روک کر انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ اب وہ شاید سمتوں کا اندازہ کر رہا تھا۔

شمال مشرق کا تعین کر کے وہ سڑک کے نیچے اترنے لگا۔ زمین ناہموار تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ ٹارچ روشن کئے بغیر چلنے میں دشواری ہوتی۔

اس کے قدم تیزی سے اٹھتے رہے۔۔۔۔۔۔۔پھر ایک جگہ رک کر اس نے محدود روشنی کی چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور سینے کے بل زمین پر لیٹ گیا۔ اب وہ رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور ٹارچ کی پوزیشن ایسی تھی کہ روشنی دو تین بالشت سے آگے نہیں پھیل رہی تھی۔

دفعتاً بائیں جانب سے سیٹی کی ہلکی سی آواز آئی۔ عمران نے ٹارچ بجھا دی اور رک گیا۔

سیٹی صفدر ہی نے بجائی تھی۔ یہ سیکرٹ سروس والوں کا مخصوص اشارہ تھا۔ صفدر نے بھی ٹارچ کی مخصوص جنبشوں کی بنا پر پہچان لیا تھا کہ وہ ایکسٹو ہی کے محکمے کا کوئی آدمی ہو سکتا ہے۔

سیٹی کی آواز پھر آئی اور عمران اسی جانب رینگنے لگا۔ اور پھر وہ صفدر کے قریب پہنچ گیا جو

دو پتھروں کے درمیان اوندھا پڑا ہوا تھا۔

میرا بازو زخمی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اچھا ہوا کہ آپ جلد پہنچ گئے عمران صاحب۔

اس نے کمزور سی آواز میں کہا۔ میرا خیال ہے کہ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔ گولی گوشت پھاڑ کر دوسری طرف نکل گئی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنا خون نکل چکا ہے۔ زخم پتھر ہو رہا ہے۔ سردیوں کے دن نہ ہوتے تو شائد ابھی خون بھی جاری ہی رہتا۔ اب ۔۔۔ مم ۔۔۔ میرا ۔۔۔ سس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سر چکرا رہا ہے۔

اب تم آرام کرو پیارے۔ عمران اس کا شانہ تھپتھپاتا ہوا بولا۔ یعنی اگر بے ہوش ہونا چاہو تو شوق سے ہو سکتے ہو۔ میں سب دیکھ لوں گا۔ آہم ٹھہرو۔ وہ مکان کس سمت ہے؟۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اب وہاں کوئی ہوگا بھی یا نہیں۔

کیا تم نے کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی؟۔

نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ اندھیرا تھا۔ بائیں جانب کی ڈھلان میں اتر جائیے۔ سامنے ہی کچھ دور پر وہ چھوٹا سا مکان نظر آئے گا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی کسی کھڑکی میں کیروسین لیمپ کی روشنی ہو یا نہ ہو۔

عمران بائیں جانب نشیب میں رینگ گیا۔ ہر طرف تاریکی کی حکمرانی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک تاریکی میں آنکھیں پھاڑتا رہا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ فضا ہلکی سی کہر میں لپٹی ہوئی تھی اور سردی کہہ رہی تھی کہ آج ہی ورنہ کبھی نہیں۔

کچھ دور چلنے پر اسے ہلکی سرخ روشنی کا ایک مستطیل سا دکھائی دیا۔ غالباً یہ اسی کچے مکان کی کوئی کھڑکی تھی۔ عمران بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ اس بڑے سائے کے قریب پہنچ گیا جو بعد کو کار آمد ثابت ہوا تھا۔ پھر وہ اسی طرح رینگتا ہوا مکان کی دیوار سے آلگا۔

اس وقت اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا اور بائیں ہاتھ میں ٹارچ۔

تقریباً پندرہ منٹ تک وہ دیوار کی جڑ سے چپکا رہا مگر نزدیک یا دور سے کسی قسم کی آواز نہیں آئی۔ اس کے بعد وہ مکان کا دروازہ تلاش کرنے لگا۔

پشت پر دروازہ کھلا ہوا ملا۔ جس کی اونچائی پانچ فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ عمران نے ایک طویل سانس لی اور سوچنے لگا کہ مکان خالی ہی معلوم ہوتا ہے۔

احتیاطاً اس نے ایک بڑا پتھر اندر پھینکا اور کچھ دیر تک دیوار سے چپکا کسی وقوعے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن حالات میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی۔

پھر وہ مکان میں داخل ہوگیا۔ مکان کیا بس ایک بے ڈھنگا سا کمرہ تھا جس میں صرف یہی ایک دروازہ تھا اور دوسری طرف دو کھڑکیاں۔ یہاں کیروسین کی لیمپ کی مدھم سی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اسی روشنی میں عمران کو دنیا کا آٹھواں عجوبہ نظر آیا۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک بندر ۔۔۔۔۔۔۔ جس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے عمران کی طرف پستول اٹھایا اور ٹریگر بھی دبا دیا۔۔۔۔ لیکن فائر نہ ہوا۔ پستول خالی تھا۔ بندر نے پھر سیفٹی کیس کھینچا۔۔۔۔ عمران تیزی سے باہر نکل آیا۔۔۔۔ اس نے سوچا ممکن ہے اسے پھانسنے کے لیے کسی قسم کا جال

بچھایا گیا ہو۔۔ پھر پندرہ منٹ گزر گئے۔۔۔۔۔۔ اب عمران نے ریوالور نکالا اور پے در پے دو تین ہوائی فائر کئے۔۔۔۔۔۔۔ اور اس کے بعد دیوار سے آ لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پندرہ منٹ گزر گئے لیکن آس پاس زندگی کے آثار نہیں معلوم ہوئے۔

اب وہ پھر اس مکان میں داخل ہوا اس بار اس نے دروازہ بھیڑ کر کنڈی چڑھا دی تھی۔ لیکن بندر کا کہیں پتہ نہ تھا۔ غالبا وہ کھڑکی سے باہر نکل گیا تھا۔ عمران نے کھڑکیاں بھی بند کر دیں اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ پستول زمین پر پڑا نظر آیا جو کچھ دیر پہلے اس نے بندر کے ہاتھ میں دیکھا تھا ایک طرف آدھ جلی سگرٹوں کے آٹھ دس ٹکڑے پڑے نظر آئے اور عمران بے اختیار ان پر جھک پڑا۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک اٹھا کر تھوڑی دیر دیکھتے رہنے کے بعد پھر زمین پر ڈال دیا۔ کمرے کا فرش بھی کچا ہی تھا۔ مٹی نرم تھی جس پر پیروں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔۔۔ عمران بہت احتیاط سے ان کا جائزہ لینے لگا۔ ایک تنکا اٹھا کر ان کی پیمائش۔ اور پھر کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔

قطعی طور پر۔۔۔۔ دو آدمی۔

اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرا رہی تھی۔ اور ہونٹوں پر ایک شیریں سی مسکراہٹ۔

تقریبا بیس منٹ بعد وہ پھر صفدر کے پاس تھا۔ صفدر پر سچ مچ غشی طاری ہو گئی تھی۔ عمران نے اپنا کوٹ بھی اتار کر اس پر ڈال دیا اور اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر فولڈنگ کیمرہ نما ٹرانسمیٹر ڈھونڈ نکالنے میں دیر نہیں لگی۔ دوسرے ہی لمحے وہ جولیا کے لیے پیغام نشر کر رہا تھا۔

ہیلو جولی۔۔۔۔۔۔ ڈھمپ اسپیکنگ۔

کیا تم وہاں پہنچ گئے ہو؟۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔

بالکل۔۔ بالکل۔۔۔۔۔۔ کیپٹن خاور کو فورا بھیج دو۔ اس سے کہہ دو۔ کہ فنگر فرنٹ کے سامان سے لیس ہو کر آئے۔ راستے کا نقشہ اچھی طرح ذہن نشین کرا دینا۔ میری کار سڑک ہی پر کھڑی ملے گی۔

صفدر کہاں ہے؟۔

وقت برباد نہ کرو۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کو بند کر کے صفدر کے نیچے دبا دیا۔

☆

تقریبا تین بجے شہر کے ایک ٹیلیفون بوتھ سے اس نے کیپٹن فیاض کو فون کیا۔ لیکن گھر سے ایک ملازم کو جسے غالبا عمران ہی کی کال کا انتظار تھا۔ اسے بتایا کہ فیاض ابھی تک ڈاکٹر سیفی ہی کی کوٹھی میں ہے۔ عمران نے معنی خیز انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور بوتھ سے نکل کر سیفی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔

کوٹھی کے باہر ایک دو نہیں تقریبا درجن پولیس کاریں موجود تھیں۔ اور پھاٹک پر ایک مسلح کانسٹیبل پہرہ دے رہا تھا۔

کیپٹن فیاض سے ملنا چاہتا ہوں۔ عمران نے کانسٹیبل سے کہا

اچانک پھاٹک کی دوسری جانب سے کسی نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈال اور اس کا نام پوچھا۔

علی عمران؟۔

اندر تشریف لائیے جناب۔ کپتان صاحب۔ آپ کے منتظر ہیں۔

اور پھر اندر پہنچ کر اس نے ڈاکٹر سیفی کی لاش دیکھی۔ کیپٹن فیاض کے علاوہ کئی بڑے آفیسر وہاں موجود تھے۔ انہوں نے عمران کو گھور کر دیکھا اور عمران کے چہرے پر حماقت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے حقیقتاً حماقت سرزد ہوئی ہے اسے تو اس وقت اپنے فلیٹ میں ہونا چاہئے تھا۔ فیاض کو ضرورت ہوتی تو خود ہی دوڑ آتا۔ اب اس وقت یہاں وہ ان پولیس آفیسروں کی موجودگی میں گن گن کر بدلے چکا سکتا تھا۔

مگر خلاف توقع فیاض نے اس سے صرف اتنا ہی پوچھا کہ وہ شام کو یہاں کس لیے آیا تھا۔ عمران نے اس پر ڈیڑھ سال پرانی کتاب کی کہانی چھیڑ دی۔۔۔۔۔۔۔ اور اسے بتایا کہ جب وہ واپس جا رہا تھا اسے نجیب بھی ملا تھا۔

کیا آپ بتاسکیں گے کہ آپ کے ساتھ کون عورت تھی؟۔

یہ تو بار بار یاد کرنے پر بھی نہ بتا سکوں گا کہ ایک گھنٹہ پہلے کون عورت میرے ساتھ تھی۔ اس وقت سے اب تک تقریباً ستائیس عورتیں میری گاڑی میں بیٹھ چکی ہیں۔

آپ ہوش میں ہیں یا نہیں؟۔ ایک آفیسر نے اسے للکارا۔

ہوسکتا ہے کہ عورتوں کی صحیح تعداد مجھے یاد نہ ہو۔ ویسے تو ہوش ہی میں ہوں۔ عمران نے اندازہ کر لیا تھا کہ فیاض نے ابھی تک اس آدمی کا نام نہیں ظاہر کیا جس نے اسے ڈاکٹر سیفی کے متعلق اطلاع دی تھی۔

پولیس آفیسروں نے اس کے اس بے تکے جواب پر ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ اور فیاض فوراً ہی بول پڑا۔ آپ ڈائریکٹر جنرل رحمان صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

پولیس آفیسر صرف سر ہلا کر رہ گئے انہیں عمران کی دھج پسند نہیں آئی تھی۔

اچھا جناب۔ آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ لیکن کل صبح ٹھیک نو بجے میرے دفتر میں پہنچ جائیے گا۔

نو بجے؟۔ عمران نے حیرت سے کہا۔ نو بجے تو آفیسروں کے لیے نور کا تڑکا ہوتا ہے۔۔۔۔ آپ بھول رہے ہیں۔ غالباً آپ انیس بجے کہنا چاہتے تھے۔ پھر وہ بڑی تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

ساڑھے تین بج رہے تھے لیکن نیند آفیسروں کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی کیونکہ یہ ڈاکٹر سیفی کے قتل کا معاملہ تھا۔

جو کبھی آکسفورڈ یونیورسٹی کا فیلو اور ایک مقامی یونیورسٹی کا وائس چانسلر بھی رہ چکا تھا۔

ویسے یہ اور بات ہے کہ آزادی کے دور میں عسرت کی وجہ سے وہ ایک ملازم کا بار بھی نہ برداشت کرسکتا رہا ہو۔ دوسری صبح خود فیاض ہی عمران کے فلیٹ میں پہنچ گیا۔ نیند کے دباو سے اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا شائد پچھلی رات سے اب تک اسے ایک گھنٹے کی بھی نیند میسر نہیں ہوئی تھی۔ عمران ابھی تک سو رہا تھا۔ خود فیاض ہی نے اسے جگایا سلیمان کو تو ہمت ہی نہیں پڑی تھی۔

تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ تم کوٹھی میں دوڑے آو؟۔ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

آہا۔۔۔۔ مگر سوپر تمہارے نوکر نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا۔

تمہیں تو عقل استعمال کرنی چاہیئے تھی۔ خیر اب بتاو کہ تم ڈاکٹر سیفی سے کیوں ملے تھے؟۔ عمران تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔

الیکٹرک شاک کا چکر تھا۔

وہ اس سلسلے میں کیا بتا سکتا؟۔ فیاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

عمران اس وقت بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ سوپر فیاض صرف دو دن اور ٹھہر جاو میں مجرم تمہارے حوالے کردوں گا، ہاں نجیب سے کیا رہی؟۔

وہ تمہاری واپسی کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے تک ڈاکٹر سیفی کے پاس ٹھہرا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ڈاکٹر تمہاری آمد کے سلسلے میں بہت پریشان تھا۔ بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ چالاک آدمی مجھے قتل کر گیا۔ کیا تم دونوں نے اپنا نام مسٹر اور مسز ڈھمپ بتایا تھا؟۔

ہاں یہ درست ہے۔

اس سے کوئی کتاب مانگی تھی اور اس کے تین چار ورق غائب کر دیئے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔ کیوں؟۔ فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

کتاب ضرور مانگی تھی۔ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ مگر اس کے وہ اوراق پہلے ہی سے غائب تھے۔ میں بھی دراصل انہیں اوراق پر نظر ڈالنا چاہتا تھا۔

ان اوراق میں کیا تھا؟۔

سوپر، اگر اس کی تفصیل معلوم ہوتی تو یہ دردسری کیوں مول لیتا میں نے کہیں شوبرٹ کی اس کتاب کے متعلق پڑھا تھا کہ اس کے پہلے ایڈیشن میں بہت ہی مختصر پیمانے پر اتنی برقی قوت مہیا کرنے کا طریقہ درج ہے۔ جس سے کم از کم ایک آدمی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

میں نہیں سمجھا؟۔

ایک ایسا مادہ جسے انگلی سے مس کرنے سے اتنی قوت والی برقی رو پیدا ہو جائے جو ایک آدمی کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہو۔

نہیں۔ فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

مجھے افسوس ہے کہ فی الحال میں کوئی واضح ثبوت نہیں پیش کرسکتا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن نایاب ہے۔ اگر تلاش کرسکو تو کرو۔ شوبرٹ کی کتاب البرق کا پہلا ایڈیشن جو انیسویں صدی کے اوائل میں شائع ہوا تھا۔ یہ ایک عرب حکیم یحیی کی کتاب البرق پر تبصرہ ہے۔

فیاض تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہوا بولا۔ آخر پہلا ایڈیشن ہی کیوں؟۔

دوسرے ایڈیشنوں سے وہ طریقہ حذف کر دیا گیا تھا۔ جس پر عمل کر کے وہ مادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ کتاب ڈاکٹر سیفی کے پاس موجود ہے؟۔

اسے کتابوں کے پہلے ایڈیشن کا خبط ہے میں نے سوچا ممکن ہے اس کے پاس سے مل ہی جائے۔

وہ تو نجیب کہہ رہا تھا کہ اس آدمی نے میری ایک کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مجھے قتل کر دیا ایسی کتاب برباد کر دی جس کے صرف چند نسخے ساری دنیا میں مل سکیں گے۔ وہی حصے نکال لے گیا۔ جو اس کتاب کی خصوصیت تھا۔ ٹھیک بھی ہے تم آخر کسی عورت کو وہاں کیوں لے گئے تھے؟۔

اس کے بغیر شاید وہ مجھے اپنے مکان میں گھسنے ہی نہ دیتا۔ اجنبیوں سے وہ اسی صورت میں ملتا ہے۔ جب ان کے ساتھ خوبصورت عورتیں ہوں۔ ہر جنئیس اس قسم کا کوئی خبط ضرور رکھتا ہے سوپر فیاض، مگر ٹھہرو۔ تم شائد اس کے قتل کا الزام مجھ پر رکھنا چاہتے ہو۔ لیکن یہ سوچو کہ اس سے آخری ملنے والا نجیب تھا اگر مجھے راز داری کی ضرورت ہوتی تو اسے ختم ہی کر کے گھر سے نکلتا۔

تمہیں کسی حادثے کی اطلاع کیسے ملی تھی؟۔

جب میں کتاب کے وہی اوراق غائب پائے تھے جن کی مجھے تلاش تھی تو میں نے ایک آدمی کو کوٹھی کی نگرانی پر لگا دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر کے ملنے جلنے والوں کے متعلق معلومات فراہم کرتا رہے۔ لیکن اس نے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے فون پر اطلاع دی کہ اس نے ابھی ابھی کوٹھی میں کسی کی چیخنے کی آوازیں سنی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ ڈاکٹر کو یقینی طور پر کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔

فیاض تھوڑی دیر تک عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ تو کیا تمہیں یقین ہے کہ نجیب ہی۔

سوپر فیاض دو دن ٹھہر جاو۔ میں تمہیں یقین کے ساتھ بہت کچھ بتا سکوں گا۔

یہ بات ابھی تک صرف میرے ہی علم میں ہے کہ ڈاکٹر کے متعلق کسی حادثے کی اطلاع تمہی نے دی تھی۔

بہت مناسب ہے تم کافی عقلمند ہوتے جا رہے ہو۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

فیاض کی آنکھوں سے بے اطمینانی جھانک رہی تھی۔ دفعتا عمران تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ اس دوران ڈاکٹر کے ملنے جلنے والوں کے بارے میں تفتیش کرتے رہو۔ اس سلسلے میں بھی نجیب ہی زیادہ کارآمد ثابت ہو سکے گا لیکن اسے یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ تم اس پر شبہ کر رہے ہو۔ اگر تمہارے شبہے کی تان زیادہ تر مجھ پر ٹوٹتی رہے تو بہتر ہی ہوگا۔

آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟۔

اس کے علاوہ اور کیا کروں گا سوپر فیاض کہ مجرم کو ثبوت سمیت تمہارے حوالے کر دوں

۔۔۔ اگر پہلے میں نے کبھی اسکے بجائے کسی مجرم سے شادی کر لی ہو تو مجھے بتاو۔ فیاض صرف مسکرا دیا۔

☆

عمران کے دو دن بڑی مصروفیتوں سے گزرے اور فلیٹ میں اسکی شکل نہیں دکھائی دی وہ زیادہ تر سڑکوں کے ٹیلیفون بوتھوں سے اپنے ماتحتوں کو ہدایات دیتا رہتا تھا۔ دوسری طرف فیاض کا یہ عالم تھا کہ دن میں کئی کئی بار عمرن کے فلیٹ کے چکر لگا رہا تھا بہر حال وہ پچھلی ملاقات کی چوتھی صبح عمران کو جا لینے میں کامیاب ہو گیا اسے توقع تھی کہ صبح ہی پہنچ جانے پر وہ عمران کو پا سکے گا۔

عمران پر نظر پڑتے ہی برس پڑا۔

یار تم خواہ مخواہ ذلیل کرا رہے ہو۔ ایک کی موت میری آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی اور دوسری کی اطلاع بھی سب سے پہلے مجھے ہی ملی تھی۔ اب ایک طرف دلاور بور کر رہا ہے اور دوسری طرف تمہارے ابا جان کیونکہ ڈاکٹر سیفی ان کا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہے۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ تم اس سے ملنے گئے تھے اور مجھے اس کے قتل کی اطلاع بھی تم ہی سے ملی تھی۔

مار ڈالا۔ عمران دردناک آواز میں بولا۔ اب پھر ٹل گئی میری شادی دس پندرہ برس کے لیے۔

خدا کے لیے بور مت کرو۔

قاتل میری جیب میں رکھا ہوا ہے۔ عمران اکڑ کر بولا۔ مگر خان دلاور اور مسز چنگیزی کی موجودگی ہی میں اس کے ہتھکڑیاں لگانا چاہتا ہوں۔ اور اگر وہ ٹماٹر کی چٹنی ڈاکٹر سرکہ جبین بھی موجود ہو تو بس پھر تو مزہ ہی آ جائے گا۔

مجھے بتاو، تم کیا کرنا چاہتے ہو؟۔ فیاض جھنجھلا گیا۔

وہی جو اس سے پہلے کرتا رہا ہوں۔ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔ کیا میں نے اس سے پہلے بھی درجنوں مجرم تمہارے حوالے نہیں کیئے۔ کیوں؟ کیا تم اس کے لیے مجھے معاوضہ دیتے رہے ہو۔ میرا معاوضہ تو دراصل وہ لذت ہے جو اپنے طور پر کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو پھر مجھے احمق نہیں بلکہ احمقوں کی سسرال کہیں گے۔

فیاض خاموش ہو گیا اور عمران نے کہا۔ بیس منٹ کے اندر ہی اندر ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا اپنے آفس سے منگوالو۔

اوہ۔۔۔۔ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا اور عمران جھنجھلا کر بولا۔ وقت برباد نہ کرو۔

فیاض نے اپنے کسی ماتحت کو ہتھکڑیوں کے لیے فون کیا۔۔۔۔۔ اور عمران کو گھورنے لگا۔ عمران اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ اب خان دلاور کو فون کر وہ نجیب اور ڈاکٹر جبین کو لیکر

چنگیزی کی کوٹھی میں پہنچ جائے مگر احتیاط رکھے کہ نجیب یا ڈاکٹر جبین کو کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے ۔۔۔ اگر نجیب ہاتھ سے نکل گیا تو نتیجے کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

یار پتہ نہیں تم کیا کرنے جا رہے ہو؟۔

جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کرو ورنہ پھر مجھ سے کوئی مطلب نہیں۔ نجیب تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس کے خلاف ثبوت فراہم کرتے پھرو۔ بغیر ثبوت تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔ کیونکہ وہ بھی اچھی پوزیشن کا آدمی ہے۔

فیاض نے طوعا وکرہا دلاور کے نمبر ڈائیل کرتے ہوئے عمران سے پوچھا۔ کس وقت پہنچنا ہے؟۔

دس بجے۔ عمران نے کہا۔

فیاض نے خان دلاور سے رابطہ کیا اور عمران کے کہے ہوئے جملے دہرائے۔ عمران نے محسوس کیا کہ گفتگو طویل ہوتی جا رہی ہے۔ فیاض یہی کہتا رہا۔ ابھی کچھ نہیں بتاوں گا ان دونوں کو لیکر وہاں پہنچ جاو۔۔۔ دس بجے تک میں وہیں آوں گا۔ بھئی محض تمہاری خاطر میں نے یہ دردسر مول لی ہے ورنہ اس قسم کے خرچے تو مہینوں چلتے ہیں۔۔۔ اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ ہم دس بجے پہنچ رہے ہیں۔ لیکن ایک بار پھر سنو۔ نجیب کے معاملے میں کافی محتاط رہنا۔ اس کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ تو بتاو مردود۔۔۔ وہ دانت پیس کر عمران کو گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔

ممی۔ عمران نے کسی روہانسے بچے کی طرح ہانک لگائی۔

ٹھیک دس بجے فیاض اور عمران چنگیزی کی اسٹڈی میں داخل ہوئے۔ اور نجیب عمران کو دیکھ کر اچھل پڑا۔۔۔ ڈاکٹر جبین کی پیشانی پر بھی شکنیں نظر آنے لگیں۔ ویسے اس وقت عمران کی احمقانہ مسکراہٹ سبھی کو غصہ دلا سکتی تھی۔

بیگم چنگیزی کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

فیاض اور عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر فیاض نے بیگم چنگیزی سے کہا۔ میں ذرا چنگیزی صاحب کی خواب گاہ دیکھنا چاہتا ہوں؟۔

جی؟۔ بیگم چنگیزی اس طرح چونک پڑی جیسے دوسروں کی موجودگی سے بے خبر رہی ہو۔

میں چنگیزی صاحب کی خواب گاہ دیکھنا چاہتا ہوں؟۔

خواب گاہ۔ وہ اس طرح بولی جیسے خواب ہی دیکھ رہی ہو پھر چونک کر بولی۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اب وہاں کبھی جا سکوں۔ میرے خدا۔۔۔ آپ جائیے، میں کھلوائے دیتی ہوں۔

آپ سے مجھے وہاں کئی باتیں کرنی ہیں جو چنگیزی صاحب کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلا خواب گاہ میں وہ کہاں بیٹھتے تھے۔ کس طرح لیٹتے تھے۔ بہتیری باتیں خواب گاہ کی سچویشن ہی دیکھ کر پوچھی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کسی قسم کی کمزوری محسوس کر رہی ہوں تو اپنے ان دوستوں کو بھی ساتھ لے چلیئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مسز چنگیزی نے خان دلاور کی

طرف دیکھا۔

ہاں ۔۔۔ چلنا ہی چاہیئے ۔۔۔۔ دلاور بولا۔ ہم سب چلیں گے۔ پولیس کی مدد کئے بغیر مجرم ہاتھ نہیں آئے گا۔

مسز چنگیزی طوعاوکرہا اٹھی۔ وہ سب ہی اٹھ گئے لیکن نجیب بے تعلقانہ انداز میں بیٹھا ہی رہا۔

چلو نا یار ۔۔۔۔۔ دلاور نے اس سے کہا۔

نہیں بھئی۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ پچھلی رات سے پولیس والوں کی شکلیں دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ ذہن پر پتھر کی سل سی رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ میرے ہونے یا نا ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟۔

دفعتاً اس کی اور مسز چنگیزی کی نظریں ملیں اور اس طرح اٹھ گیا جیسے صوفے کا کوئی اسپرنگ ٹوٹ کر کپڑے سے باہر نکل آیا ہو۔

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران اسے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ وہ زینے طے کر کے اوپری منزل پر آئے ۔۔۔ خان دلاور اور مسز چنگیزی آگے تھے ۔۔۔۔

اوہ ۔۔۔۔ اس کی کنجی۔ مسز چنگیزی نے بے بسی سے کہا۔ میں نہیں جانتی کہ اس کی کنجی کہاں ہوگی۔ وہ اپنی خوابگاہ خود ہی مقفل کرتے تھے۔

آہا ۔۔۔ تو یہ ان کے بعد سے اب تک کھولی ہی نہیں گئی؟۔ فیاض نے کہا۔

جی نہیں۔

فیاض نے ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا۔ مگر وہ مقفل ہی تھا۔

دکھاوں ہاتھ کی صفائی؟۔ عمران نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔

کیا؟۔ فیاض غصیلے انداز میں اس کی طرف مڑا اور عمران نے سہم جانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ یعنی ۔۔۔۔۔ کہ مطلب ۔۔۔۔۔۔ یہ کہ میں مقفل کھول سکتا ہوں۔ اگر کوئی پتلی اور نکیلی چیز مل جائے ۔۔۔۔۔۔ یعنی کہ ہاں۔

کچھ دیر بعد ایک لمبی کیل مل سکی جس کی مدد سے عمران نے مقفل کھول لیا۔ اور وہ اندر داخل ہوئے لیکن پھر وہ سب دروازے کے قریب رک گئے۔ سامنے والی دیوار پر چار رنگین لکیریں نظر آرہی تھیں۔ تین تو بالکل ایسی ہی تھیں جیسی خان دلاور کی دیہی کوٹھی کے اس کمرے میں ملی تھیں جس میں مسٹر چنگیزی کا قیام تھا۔

لکیریں۔ بیگم چنگیزی نے سسکاری سی لی اور ہذیانی انداز میں بولی۔ ہاہا۔ یہاں تو چوتھی لکیر بھی موجود ہے۔ میں دیکھوں گی ۔۔۔ میں دیکھوں گی۔

وہ تیزی سے دیوار کی طرف بڑھی۔

ٹھہرو ۔۔۔ کیا کرتی ہو؟۔ خان دلاور نے چھلانگ لگائی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

ہٹو ۔۔۔ ہٹو ۔۔۔۔ ہٹ ۔۔۔۔ جاو ۔۔۔۔ ذلیل کمینے ۔۔۔ میں بھی جاوں گی

۔۔۔۔۔ہٹو۔

ہٹ جاؤ خان دلاور۔ دفعتاً عمران گرجا۔ اس کا لہجہ بے حد خونخوار تھا۔ فیاض بوکھلا کر اس کی طرف دیکھنے لگا اور پھر اس نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں کیونکہ وہ عمران کے ہاتھ میں ریوالور بھی دیکھ رہا تھا۔

کیا مطلب؟۔ خان دلاور آنکھیں نکال کر بولا۔

اگر یہ مرنا ہی چاہتی ہیں تو انہیں مرنے دو۔ ورنہ میں تمہیں گولی ماردوں گا۔ عمران نے کہا اور بقیہ لوگوں سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

ایسے سنجیدہ مواقع پر مذاق کرنا چھچھورا پن ہے۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ خان دلاور آپے سے باہر ہو گیا۔

کھیل ختم ہو چکا ہے بیٹے۔ اپنے ہاتھ ہتھکڑیوں کے لیے پیش کردو۔

کیا؟۔ ہر ایک کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

ڈاکٹر جبین۔۔۔۔۔اور مسٹر نجیب۔۔۔۔تم دونوں بیگم چنگیزی کو پیچھے ہٹا لو۔ عمران نے کہا۔

تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟۔ فیاض دہاڑا۔

میں اس وقت صرف ڈیفنس منسٹر کو جواب دہ ہوں فیاض صاحب۔ عمران کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ تم ان معاملات میں دخل نہ دو۔ دلاور تم سے زیادہ میرا دوست ہے۔ لیکن میرا فرض ۔۔۔۔۔میرا ہی نہیں بلکہ ہر شہری کا فرض ہے کہ اگر اس کا باپ بھی قانون شکنی کرے تو اسے بھی قانون کے حوالے کرنے سے نہ ہچکچائے۔

تم پاگل ہو گئے ہو۔ دفعتاً خان دلاور نے قہقہہ لگایا۔

تمہارا سیکرٹری میری قید میں ہے۔ خان دلاور۔ اور وہ ٹرینڈ بندر بھی جال میں پھنسا لیا گیا ہے جو تمہارے خطوط بیگم چنگیزی تک لایا کرتا تھا۔

فیاض نے مڑ کر چنگیزی کی طرف دیکھا جو فرش پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر جبین اور نجیب اسے پیچھے ہٹا لائے تھے اور اس پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

بکواس جاری رکھو۔ دلاور مسکرایا۔ کیا تم میرے خلاف کوئی ثبوت مہیا کر سکو گے؟۔

ایک نہیں درجنوں۔ تم شاید اسے مذاق سمجھے ہو کہ ضغیم میری قید میں ہے؟۔

عمران، اگر تم سنجیدہ ہو تو جلد بازی سے کام نہ لو۔۔۔۔ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

اس وقت میں اپنے باپ کے مشورے پر بھی عمل نہیں کر سکتا۔ خان دلاور کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔

میں کہتا ہوں ریوالور مجھے دو۔ فیاض کو غصہ آ گیا۔

فیاض کیوں شامت آئی ہے۔ اس وقت تم میری اتھارٹی کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ عمران غرایا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی گرفتاری کا سہرا

تمہارے ہی سر رہے۔ ورنہ پانچ منٹ بعد یہ کیس تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

بکواس بند کرو۔ میں کہتا ہوں ریوالور زمین پر گرا دو ورنہ میں یہی ہتھکڑیاں تمہارے ہاتھوں میں ڈال دوں گا۔

خان دلاور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

میں اس ریوالور کا لائیسنس بھی تم سے طلب کرتا ہوں۔ فیاض دہاڑا لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے بھاری قدموں کی آوازیں آئیں اور تین ملٹری آفیسر جو وردیوں میں تھے اندر گھس آئے۔ عمران نے انہیں دیکھتے ہی اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور کلائی کا زیادہ تر حصہ آستین سے باہر آ گیا اس کی کلائی پر سنہرے رنگ کی ایک مہر چمک رہی تھی۔ تینوں فوجیوں نے اسے سلوٹ دیا۔

بندر والا۔ عمران نے ریوالور کی نال سے خان دلاور کی طرف سے اشارہ کیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں خان دلاور دونوں کی طرف اس پر جھپٹ پڑا۔

ویسے عمران تک اس کی پہنچ اب ناممکن تھی۔ کیونکہ تینوں فوجی درمیان میں آ گئے تھے۔ انہوں نے اسے جکڑ لیا۔ ایک نے جیب سے ہتھکڑیاں نکالیں اور اس کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔

میں دیکھوں گا تمہیں۔۔۔۔۔ سمجھے؟۔ خان دلاور عمران کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

مجھے بے حد افسوس ہے میرے دوست کہ تمہیں میرے ہی ہاتھوں سے دفن ہونا پڑا۔ عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ فیاض، نجیب اور ڈاکٹر جبین اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ فوجی دلاور کو دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر نکال لے گئے۔

یار۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ کیا ہوا؟۔ فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اس کی آنکھوں سے بے بسی جھانک رہی تھی۔

وہی جو ہونا چاہئے تھا۔ عمران نے لاپرواہی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں تم اپنی ہتھکڑیاں لگا دو۔ لیکن تم نے دھیان نہ دیا۔ چلو۔۔۔۔ ختم کرو۔ فیاض ہاتھ اٹھا کر مردہ سی آواز میں بولا۔ پھر مسز چنگیزی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

کیا یہ بھی سازش میں شریک تھی؟۔

خدا ہی جانے۔ لیکن بظاہر تو ایسا نہیں معلوم ہوتا۔

مگر تم نے تو کسی بندر کا تذکرہ کیا تھا جو اس کے خطوط اس کے پاس لایا کرتا تھا؟۔

کہانی لمبی ہے فیاض صاحب اطمینان سے بتاوں گا مگر نہیں پہلے ادھر آو۔ ذرا ان لکیروں کو دیکھو۔ نجیب اور ڈاکٹر جبین بھی ان کے قریب آ گئے۔ یہ چار لکیریں تھیں۔ تین لکیریں تو رنگین پنسلوں سے کھینچی گئی تھیں۔ لیکن چوتھی لکیر ابھری ہوئی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی پتلی سی ربڑ کی نلکی دیوار پر چپکا دی گئی ہو۔

قدرتی بات ہے سوپر فیاض، اگر چاروں لکیریں اچانک تمہارے سامنے آئیں تو تم اس ابھری ہوئی لکیر پر انگلی پھیرے بغیر نہ رہ سکو گے۔ لیکن جہاں تم نے انگلی پھیری تمہاری بیوی بھی بلبلاتی رہ جائے گی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہے گی کہ اس شوہر نامراد کو الیکٹرک شاک لگا تھا۔

مگر ٹھہرو۔۔۔ میری کونسی بیوی بیٹھی ہوئی ہے جو بلبلاتی پھریگی اس لیے یہ دیکھو۔

اس نے لکیر کی طرف انگلی بڑھائی اور ڈاکٹر جبین نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ لیکن پھر خفیف ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ عمران نے مسکرا کر فیاض کو آنکھ ماری اور آہستہ سے بولا۔ تم انگلی پھیر کر دیکھو اگر مر جاؤ تو دس ہزار ہاروں گا۔ کبھی نہیں مر سکتے۔ کیونکہ یہ لکیریں تو پچھلی رات میں نے بنائی تھیں۔۔۔۔۔ یہ دیکھ۔ اس نے ابھری ہوئی لکیر کو چٹکی سے پکڑ کر دیوار سے الگ کر لیا۔ یہ سچ مچ ربڑ کی ایک نلکی تھی۔

فیاض نے برا سا منہ بنایا۔ تم نے باقاعدہ طور پر جال بچھایا تھا۔ وہ ان لکیروں کی طرف بڑھی تھی اور وہ بے ساختہ اس پر جھپٹ پڑا تھا کہ اسے لکیروں تک پہنچنے سے روک دے۔ مگر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ میرا دعوی ہے کہ تم اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ بہم پہنچا سکو گے۔

ابھی ایک ایسا آدمی باقی ہے سوپر فیاض۔ جسے میں اعانت جرم کے الزام میں تمہارے سپرد کروں گا۔

کون؟۔

خان دلاور کا سیکرٹری ضغیم۔

آپ تو نہ جانے کیا نکلے جناب؟۔ نجیب بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اگر نہ نکلتا تو تم اور ڈاکٹر بڑی مصیبت میں پڑ جاتے۔ کیونکہ اس نے تمہیں پھنسانے کی کوشش کی تھی ڈاکٹر کی سرنج یاد ہے نا تمہیں؟۔

اچھی طرح۔

کیا آپ مجھے معاف کر دیں گے جناب؟۔ ڈاکٹر جبین نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔

میں نے اکثر آپ کی توہین کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر میں کیا کرتی آپ اب وہ تو معلوم ہی نہیں ہوتے۔۔۔۔۔۔ زمین وہ آسمان کا فرق ہو گیا ہے۔

دفعتاً عمران کے چہرے پر پھر حماقت آمیز سنجیدگی طاری ہو گئی جس میں غمزدگی کی بھی ہلکی سی جھلک پائی جاتی تھی۔

آؤ چلیں سوپر فیاض۔ اس نے فیاض کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر جبین سے بولا۔ مسز چنگیزی کا خیال رکھئے گا۔ ہم ابھی پھر واپس آئے گے۔ ہماری واپسی سے قبل انہیں ان واقعات کا علم نہ ہونے پائے جو ابھی پیش آئے ہیں۔

* * *

تھوڑی دیر بعد عمران کی کار سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اس کے ساتھ کیپٹن فیاض بھی تھا۔

عمران کو توقع تھی کہ چوہان نے ضغیم کو سکیرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر دانش منزل سے اس کے فلیٹ میں منتقل کر دیا ہوگا۔

اب کہاں گھسیٹ رہے ہو؟۔ فیاض نے پوچھا۔

گھر چل رہے ہیں پیارے۔ آخر تم بور کیوں ہو رہے ہو؟۔

تمہاری آج کی حرکت ہمیشہ یاد رہے گی اگر تم نے مجھے دھوکے میں نہ رکھا ہوتا تو شائد میں اس کے ہتھکڑیاں لگا بھی دیتا۔ مگر اچانک اور غیر متوقع طور پر وہ ذہنی جھٹکا میرے لیے اعصابی اختلال کا باعث بن گیا تھا۔۔۔ آہا۔۔۔۔ مگر یہ بتاؤ کہ آخر یہ منسٹری آف دیفنس کہاں سے آ کودی تھی؟۔

خان دلاور ایک ایسے بندر کا مالک تھا جس کی تلاش میں منسٹری آف ڈیفنس کی سیکرٹ سروس بہت دنوں سے سرگرداں تھی۔ یہ ایک اعلیٰ پیمانے پر ٹرینڈ بندر ہے۔ خان دلاور اس سے عموماً پیغام رسائی کا کام لیا کرتا تھا۔ ادھر ایک ملٹری آفیسر پر شبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ کسی غیر ملک کا ایجنٹ ہے۔ ملٹری کی سیکرٹ سروس اس کے پیچھے تھی۔ اچانک ایک دن سیکرٹ سروس کے ایک ممبر نے اس کے پاس ایک بندر دیکھ لیا جو اس کے باغیچے کے ایک درخت سے اترا تھا اور اس کی طرف نیلے رنگ کا بڑا سا لفافہ بڑھا رہا تھا۔ ملٹری آفیسر اسی وقت حراست میں لیا گیا مگر بندر نکل بھاگا۔ لفافے سے جو کاغذات برآمد ہوئے تھے۔ وہ اس کے ثبوت کے لیے کافی تھے کہ وہ کسی دوسرے ملک کے لیے مخبری کر رہا ہے۔ مگر بندر کس کا تھا اور کاغذات کس نے اس

کے پاس بھجوائے تھے اس کا علم انہیں نہ ہو سکا۔ مجرم آفیسر نے اپنی زبان بالکل بند کر لی تھی۔ مجھے اس واقعہ کا علم تھا۔ لہٰذا جب وہ بندر میرے سامنے آیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ وہ کس کا ہو سکتا ہے تو میں نے اس کی اطلاع منسٹری آف ڈیفنس کو دی اور وہاں سے مجھے خان دلاور کی گرفتاری کا اجازت نامہ مل گیا۔

آخر یہ تمہیں دھڑا دھڑ اجازت نامے کیسے مل جاتے ہیں؟۔ فیاض نے کہا لیکن عمران نے اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکٹر سیفی کی کہانی دہرا رہا تھا۔

اس کچے مکان میں میں نے چیسٹر فیلڈ سگریٹ کے آدھ جلے ٹکڑے دیکھے تھے۔ یہ خان دلاور ہی کا برانڈ تھا۔ وہ یہی سگریٹ پیتا ہے اور آدھے سگریٹ سے زیادہ نہیں پیتا۔ پھر عادتاً اسے بجھا کر پھینکتا ہے۔ جلتا ہی ہوا نہیں پھینک دیتا اگر وہ کسی ایسی جگہ ہو جہاں سگریٹ کا جلتا ہوا ٹکڑا بجھانے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو وہاں اپنا پیر اٹھا کر اسے جوتے کی ایڑی سے نہیں رگڑتا ہے۔ جب بجھ جاتی ہے تب ہی پھینکتا ہے۔ نہ زمین پر پھینک کر جوتے سے رگڑتا ہے۔ اور نہ جلتا ہوا پھینکتا ہے۔ یہ اس کی بہت پرانی عادت ہے۔ عادت ہی ٹھہری جو کسی حال میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اچھا تو وہ میرے پہنچنے سے کچھ دیر قبل اس مکان میں موجود تھا۔ لیکن تنہا نہیں اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ اس کا اندازہ میں نے دو مختلف سائز کے پیروں کے نشانات سے لگایا تھا۔

دوسرا کون تھا؟۔

اس کا سیکرٹری ضغیم تھا۔

تو یہ چنگیزی بھی غیر ملکی سراغ رسانی کے جرم میں ملوث تھا؟۔

نہیں، اس کا قتل تو دولت اور عورت کی ہوس کا نتیجہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد اس کا ترکہ مسز چنگیزی ہی کو ملتا ہے۔ اور پھر کوشش ہوتی کہ وہ خان دلاور سے شادی کر لے لیکن یہ طے ہے کہ خان دلاور ایک غیر ملکی ایجنٹ بھی ہے۔ پچھلی رات سیکرٹ سروس والوں نے اس کی دیہی کوٹھی سے کچھ ایسے کاغذات برآمد کر لیے ہیں جن سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنگیزی کے قتل کی کہانی تو تم ضغیم ہی سے سننا۔ اور پھر سوچنا کہ اس نے تمہیں اس بار جشن میں کیوں مدعو کیا تھا۔ وہ تمہاری موجودگی میں ایک بہت بڑا جرم کر کے صاف نکل جانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ فلیٹ میں پہنچ گئے۔ ضغیم وہاں موجود تھا۔ اور اس کی حالت اچھی نہیں نظر آ رہی تھی۔ چہرہ زرد تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ رنگ کے حلقے دکھائی دیتے تھے۔

کیا رہا جناب؟۔ اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

ٹھکانے لگا آئے۔ عمران مسکرایا۔

خس کم جہاں پاک۔ ضغیم کی آواز لرز رہی تھی۔

ہاں ۔۔۔۔۔ دوست، یہ سوپر فیاض تمہارا بیان لینا چاہتے ہیں۔ اور تمہیں یقین ہونا چاہیئے کہ تم سلطانی گواہ بنا کر چھوڑ دیئے جاؤ گے۔

اگر نہ بھی چھوڑا جاؤں تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ایک احسان فراموش کتا تھا۔ اس نے مجھے بھی ختم کر دینے کی کوشش کی تھی کپتان صاحب۔ مجھے زہر دلوایا تھا۔ اگر عمران صاحب فوراً ہی میری خبر نہ لیتے تو میں اس وقت بیان دینے کے لیے زندہ نہ ہوتا۔

فیاض نے کچھ پوچھنا چاہا۔ لیکن عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ زہر والا واقعہ میں تمہیں بتاؤں گا لیکن انہیں اپنے طور پر بیان دینے دو۔

فیاض خاموش ہی رہا۔ ضغیم نے دو چار گہری گہری سانسیں لیں اور بولا۔ میں دلاور کی ملازمت کرنے سے پہلے ڈاکٹر سیفی کی لائبریری کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ڈاکٹر موجودہ کوٹھی کے بجائے یونیورسٹی ایریا کی ایک عمارت میں رہتے تھے۔ چونکہ وہاں تنخواہ کم تھی۔ اور میرے حوصلے بلند تھے اس لیے میں نے ڈاکٹر کی ملازمت ترک کر دی اور کسی طرح خان دلاور تک آ پہنچا۔ ایک دن خان دلاور نے مجھ سے پوچھا کہ ڈاکٹر سیفی کی لائبریری میں الیکٹرک سٹی کے موضوع پر کتابیں ہیں؟۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ وہاں سینکڑوں تھیں۔ الیکٹرک سٹی ڈاکٹر کا پسندیدہ موضوع تھا اور وہ ضرورت پڑنے پر کتابیں مجھ ہی سے نکلوایا کرتا تھا۔ خان دلاور نے شوبرٹ کی کتاب البرق کے پہلے ایڈیشن کا تذکرہ چھیڑ دیا میں نے اسے بتایا کہ ڈاکٹر کے یہاں وہ کتاب تھی اس نے اسے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا یہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں تھی کہ اس کا اشتیاق پورا نہ ہوسکتا۔ میں اسے اپنے ساتھ ڈاکٹر کے یہاں لے گیا تھا۔ اور اسے وہ کتاب دکھائی تھی۔ خود مجھے اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔۔ کچھ ہی دنوں بعد خان دلاور مجھ پر اعتماد کرنے لگا۔ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا کسی نہ کسی پر تو اعتماد

کرنا ہی پڑتا، کیونکہ بہتیرے کام وہ تنہا نہیں کرسکتا تھا۔ مگر ان میں راز داری شرط تھی۔ ایک تو اس بندر کی نگہداشت ہی تھی جو اس نے کلی طور پر میری سپرد کردی تھی۔ میرے علاوہ اور کسی کو اس بندر کے متعلق نہیں معلوم تھا۔ اسے حیرت انگیز طور پر تربیت دی گئی تھی۔ وہ آدمیوں کی طرح فائرنگ کرسکتا تھا۔ لیکن شائد مسز چنگیزی کو آج بھی معلوم نہ ہو کہ خطوط لکھنے والا کون ہے۔ وہ ان خطوط پر اپنا نام نہیں ڈالتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس طرح وہ ایک پراسرار آدمی کی حیثیت سے اس کے دل میں گھر کرلے گا۔ اور پھر جب ضرورت پڑے گی تو اس پر ظاہر بھی کر دے گا۔ چونکہ وہ اس کے متعلق بہت زیادہ سوچ چکی ہوگی۔ اس لیے اسے قبول کر لینے میں اسے ہچکچاہٹ بھی نہ محسوس ہوگی۔ اس صورت میں بے تحاشہ اس پر گرے گی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ عورت اس قسم کی جانور ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر میں سوچتا تھا کہ وہ موقعہ کون سا ہوگا۔ جب وہ اسے قبول کرنے کے لیے غور کرے گی۔ ظاہر ہے کہ اس کی دو ہی صورتیں ہی ہوسکتی تھیں۔ یا تو چنگیزی مرجاتا یا وہ اس سے طلاق لے لیتی۔ چند ہی دنوں بعد چنگیزی کو اس پیغام رساں بندر کا علم ہوگیا اور مسز چنگیزی نے وہ سارے خطوط بھی اس کے حوالے کر دیئے۔ اب وہ اس بندر کو ختم کر دینے کے درپے ہوگیا۔ دن بھر رائفل اور دوربین لیے چھت پر ٹہلتا رہتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک دن خان دلاور کہنے لگا۔ شائد چنگیزی کو مجھ پر شک ہے۔ کیونکہ اس نے بندر اور خطوط کا تذکرہ میرے علاوہ اور کسی سے نہیں کیا۔ خیر اگر اسے شبہ ہی ہوگیا ہے تو اس کے لیے اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے دیہی کوٹھی کے سالانہ جشن کے دعوت نامے تقسیم کرائے۔ مسٹر اور مسز چنگیزی بھی مدعو تھے۔ دراصل س نے انہیں اسی لیے مدعو کیا تھ کہ چنگیزی کو ٹھکانے لگا دے۔ لہذا وہی ہوا۔ چنگیزی پراسرار طور پر ہلاک ہوگیا۔ سوپر فیاض کو تو وہ اس سلسلے میں طفل مکتب سے زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ البتہ عمران صاحب کی وجہ سے اسے تشویش تھی وہ انہیں خطرناک سمجھتا تھا۔ لیکن جب سے شہر سے واپس آئے۔ تو اس نے ان کے گلے میں کیمرہ لٹکتے دیکھ کر خوب قہقہے لگائے اور مجھ سے کہا دیکھو ہوزیروزیرو سکس کا ٹرانسمیٹر لایا ہے۔ میں نے کہا تو پھر اسے الو بنایا جائے ۔ ۔ ۔ اس نے پوچھا کیسے؟ ۔ میں نے کہا کہ ٹرانسمیٹر استعمال ہی کے لیے لایا گیا ہے وہ اسے یقیناً استعمال کرے گا۔ کیوں نہ ہم اس فری کوئینسی کے کسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسے پریشان کریں۔ پھر رات کو جب آپ عقبی پارک میں گئے تو مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کسی سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کریں گے۔ میں نے بھی اسی فری کوینسی کا ایک ٹرانسمیٹر سنبھال لیا۔ اور دو مختلف آوازوں میں بولنے لگا۔ میں دراصل آپ کو غلط راستے پر ڈالنا چاہتا تھا کہ یہ قتل کسی ایسے آدمی کے ایما پر ہوا ہے جو اس کوٹھی سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اس کا کوئی نہ کوئی مددگار کوٹھی میں موجود ہے پھر کسی عورت کی آواز سن کر میں خاموش ہوگیا اور آپ نے اس عورت کو خاموش رہنے کی ہدایت کردی تھی ۔ ۔ ۔ کچھ بھی ہو۔ مجھے بے حد پریشانی ہوئی چنگیزی بے گناہ مارا گیا۔ خود وہ بھی مطمئن نہیں تھا اب اسے فکر تھی کہ کہیں بیگم چنگیزی آپ لوگوں کو بندر کی کہانی نہ سنانے بیٹھ جائیں۔ وہ انہیں اس سے روکنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے مورنیکا کا انجکشن دے

کراسے دوبارہ بے ہوش کر دیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے بندر ہی کے متعلق بتانے کے لیے کپتان صاحب کو بلوایا ہو۔ دوسرے دن کوٹھی خالی ہوگئی۔ سب شہر چلے آئے۔ اسی دن رات کو اس نے مجھے ساتھ لیا اور چل پڑا۔ پھر تھوڑی دیر بعد گاڑی سیفی کی کوٹھی کے عقبی پارک کے قریب والی سڑک پر روکی اور وہ خود اتر گیا مجھ سے کہہ گیا کہ میں ابھی آتا ہوں جیسے ہی میں واپس آوں۔۔۔ گاڑی بہت تیزی سے نکال لے جانا۔۔۔۔

میں وہیں پر بیٹھ گیا اور وہ اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ تھوڑی ہی دیر واپس آ گیا اور پھولی ہوئی سانسوں سے بولا کہ جلدی چلو۔ دیہی کوٹھی۔ سنسان راستوں سے چلو۔ کوٹھی پہنچ کر میں نے اس کے ہاتھوں اور کپڑوں پر خون کے دھبے دیکھے۔ تب س نے بتایا کہ وہ ڈاکٹر سیفی کو قتل کر آیا ہے۔ محض عمران صاحب کے خوف سے میں نے وضاحت چاہی۔ اس نے بتایا کہ ہوسکتا ہے عمران صاحب کو بھی شوبرٹ کی کتاب کا علم ہو کیونکہ وہ بھی سائنس کے ڈاکٹر ہیں۔ دراصل عمران صاحب کا خوف اس پر مسلط ہوگیا تھا۔ لیکن کبھی کبھی وہ کہتا تھا۔ ارے وہ بھی اپنا یار ہی ہے منا لیں گے اگر ضرورت پڑی۔ میں نے پوچھا آخر شوبرٹ کی کتاب کیوں؟۔ تب اس نے بتایا کہ ایک نسخہ کے ذریعے اس نے چنگیزی کو ختم کیا تھا۔۔۔۔ میں نے کہا تو بے چارے کو کیوں مار ڈالا۔ شاید اسے یاد بھی نہ رہا ہو کہ آپ نے کبھی وہ کتاب اس کے یہاں جا کر دیکھی تھی۔ پھر وہ کھلا کہ اسی صبح ایک خوبصورت یوریشین لڑکی ساتھ سیفی کے یہاں گیا تھا کہ یا تو وہ کتاب ہی وہاں سے اڑا لائے یا کم از کم وہ صفحات نکال لائے جن پر وہ نسخہ تحریر تھا۔ کتاب

تو نہیں لا سکا تھا لیکن صفحات ضرور پھاڑ لایا تھا۔ پھر اسے اختلاج نے گھیرا اور وہ سوچنے لگا کہ ممکن ہے کہ آج ہی عمران صاحب وہاں جائیں۔ وہ کتاب نکلوائیں اور جب اس میں وہ اوراق نہ ملیں۔ تو سیفی سے ان کے متعلق پوچھ گچھ کریں اور سیفی انہیں بتا دے کہ آج کس نے وہ کتاب نکلوائی تھی۔ لہذا سیفی ہی کو کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ چنگیزی کے قتل نے اس کی عقل ہی سلب کر لی تھی ۔۔۔۔۔۔ ورنہ کون کرتا ہے جتنا اس نے عمران صاحب کے متعلق سوچ ڈالا تھا۔

عمران صرف مسکراتا رہا کچھ بولا نہیں۔ فیاض نے اس سے پوچھا۔ کیا مسز چنگیزی کو اب تک علم نہیں ہو سکا کہ بندر کا مالک کون تھا۔

جی نہیں ۔۔۔۔۔ ابھی تک اور پھر اس نے مجھے بھی زہر دے دیا۔۔۔۔ ورنہ پہلے تو اس نے مجھے کروڑ پتی بنا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کہا تھا کہ میں تو صرف اس عورت کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنگیزی کی دولت سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے میں تمہیں اس کی املاک کا اور کاروبار کا مختار بنا دوں گا۔ زندگی بھر عیش کرنا۔

تھوڑی دیر بعد فیاض نے کوتوالی فون کر کے پولیس کار طلب کی اور ضیغم کو کوتوالی بھجوا دیا۔

عمران نے فیاض کو روک لیا تھا۔

ہاں سوپر فیاض۔ دلاور نے نہیں بلکہ میں نے زہر دیا تھا۔ چونکہ۔۔۔۔۔

نہیں پیارے اگر یہ نہ کرتا تو فرشتے بھی اتنا شاندار گواہ نہ پا سکتے۔ میں نے چاروں

طرف جال پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ ضغیم روزانہ شام کو وکٹوریہ ہوٹل میں بیٹھتا ہے میں نے انتظام کیا کہ میری ایک خاص الخاص ایجاد کافی میں ملا دی جائے۔ خاصیت اس ایجاد کی یہ ہے سوپر۔ کہ اگر کوئی صرف ایک ماشہ سفوف اپنے معدے میں اتار لے جائے۔ تو پانچ منٹ کے اندر ہی اندر اس کے دماغ کا کباڑا ہوسکتا ہے یعنی بالکل آوٹ۔۔۔۔ جب وہ بے ہوش ہوگیا تو میں نے اسے وکٹوریہ ہوٹل سے اٹھوایا۔ پھر ایک ایسا ڈاکٹر بھی پیدا کرنا پڑا جو اسے ہوش آنے پر یقین دلا سکتا تھا کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔ اسے یقین دلایا گیا اور میں نے اسے بتایا کہ وہ وکٹوریہ والے فٹ پاتھ پر بے ہوش پڑا تھا۔ میں اسے یہاں اٹھا لایا ۔۔۔۔۔ بس پھر وہ اس بری طرح سب کچھ اگلنے لگا تھا سوپر فیاض۔ کہ مزہ ہی آ گیا۔ اسے یقین تھا کہ اسے جو شخص اپنا ایک جرم چھپانے کے لیے سیفی کو قتل کرسکتا ہے تو وہ اسے بھی زہر دے سکتا ہے کیونکہ وہ تو اس کے بہتیرے رازوں سے واقف تھا۔ اچھا اب تم جاو۔ اور مسز چنگیزی کو بتا دو کہ چنگیزی کا قاتل گرفتار کرلیا گیا ہے لیکن اسے بندر اور خطوط کے متعلق ابھی کچھ نہ بتانا۔ جاو۔۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ اب یہاں بھی ٹریجڈی ہونے والی ہے۔ میں اپنے سر پر مونگ کی دال کی ہانڈی توڑنے جا رہا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔ روزانہ مونگ کی دال پکا کر رکھ دیتا ہے یہ سلیمان کا بچہ۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمام شد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔